مشہور واقعات
کی
حقیقت
مترجم
محمد صدیق رضا
تالیف
ابو عبدالرحمن الفوزی
نظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی
تقریظ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی
مکتبہ اسلامیہ

مشہور واقعات
کی
حقیقت

کتاب .... مشہور واقعات کی حقیقت

تالیف .... ابو عبد الرحمٰن الفوزی

مترجم .... محمد صدیق رضا

نظر ثانی .... حافظ زبیر علی زئی

تقریظ .... ابو الحسن مبشر احمد ربانی

ناشر .... محمد سرور عاصم

اشاعت .... جنوری 2008ء

قیمت ....

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم۔أما بعد

قرآن حکیم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عقائد واحکام، بیوع ومعاملات، معاشرتی ومعاشی سیاسی وسماجی، اخلاقی وادبی وغیرھا جیسے مسائل میں اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔اس کے ساتھ ہی عبرت ونصیحت کے لیے قصص بھی بیان فرمائے تاکہ پچھلے لوگ پہلے گزرے ہوئے افراد کے حالات پڑھ کے اپنے انجام سنوارنے اور عاقبت بہتر بنانے کی کوشش وکاوش کرلیں۔قرآنی قصص تو صداقت وسچائی کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہیں۔اور داعیان الی اللہ کے لیے میدان دعوت میں مفید اور کارآمد ہیں۔قرآن حکیم کے علاوہ بھی قوموں کے عروج وزوال اور ان کے اخلاق ورذائل، نصائح وعبر کے لیے واعظین پیش کر سکتے ہیں۔لیکن اس کے لیے یہ شرط جزو لاینفک ہے کہ وہ صحیح وسائط وذرائع اور جید اسانید وطرق سے ثابت ہوں ضعاف ومناکیر اور کذب وجعل سازی پر مشتمل نہ ہوں۔عصر حاضر میں بالخصوص اور گزشتہ دور میں بالعموم ایسے خطبا، واعظین پائے جاتے ہیں جو اپنی تقاریر اور دروس کے دوران غیر ثابت قصے اور کہانیوں کو رواج دیتے ہیں اور بعض تو مبنی بر جھوٹ اور بے اصل ہوتے ہیں۔اور کئی ایک علماء محققین نے غیر ثابت اور بے بنیاد قصوں کو مستقل کتب میں یکجا کر دیا ہے تاکہ عوام الناس ان قصوں کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔جیسے محدث دیارِ شام علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور تلمیذ رشید ابو عبیدہ مشہور حسن حفظہ اللہ اور ان کے ہمراہ شیخ یوسف بن محمد بن ابراہیم العتیق، شیخ سلیمان بن صالح الخراشی وغیرھم نے "قصص لا تثبت" کے عنوان سے اس موضوع پر اچھا خاصا کام کیا ہے۔اسی طرح "تبصرة اولی الأحكام من قصص فيها كلام" شیخ ابو عبدالرحمان فوزی بن عبداللہ بن محمد الأثری حفظہ اللہ نے مرتب کی ہے جو چھ حصوں پر مشتمل ہے۔لیکن یہ کتب عربی زبان میں ہے اور اردو دان طبقہ اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم تھا تو ہمارے شاگرد رشید،............ابو الاسجد محمد صدیق

رضا ﷺ وصانه من كل تلهف وتأسف ويوفقه بما يحب ويرضاه نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھالا اور کتاب کی زبان انتہائی سھل اور آسان کردی ہے ترجمہ دیکھ کر لگتا ہی نہیں کہ یہ اصل کتاب ہے یا ترجمہ شدہ۔ یہ کتاب قصص غیر ثابتہ پر کافی جامع اور عمدہ ہے اور ہمارے خطبا، واعظین کو بالخصوص اور عامۃ الناس کو بالعموم اس کا مطالعہ کرنا چاہیے "لایضل ولاینسٰی" کی زد سے کون محفوظ ومامون ہوسکتا ہے سوائے اللہ عزوجل کے۔ تلمیذ رشید نے ترجمہ کا حق ادا کردیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو مزید سُمُوطِ ذھبیہ، دُرَرَ بھیہ اور دراریِ مُضِیہ جمع کرنے کی ہمت وتوفیق نصیب فرمائے اور کتاب وسنت کی عمیق وادی میں غوطہ زن ہوکر ازھارِ متناثرہ جمع کرنے کی ہمت عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ
رئیس مرکز الحسن

سبزہ زار

لاہور

تقدیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

(الحشر : ۷)

''اور رسول تمہیں جو دے اُسے لے لو اور جس سے منع کرے تو رُک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ نے جو احکامات دیئے اور جن باتوں سے منع فرمایا وہ اُمتِ مسلمہ کے پاس صحیح احادیث کی صورت میں مِن و عَن موجود ہے۔ والحمدللہ

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں: جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اُسے نہ لوں تو لوگو! گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔

(مناقب الشافعی للبیہقی: ۴۷۴/۱ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک (بغیر شرعی عذر کے) صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔

جس طرح صحیح حدیث حجت ہے اُسی طرح ضعیف و مردود روایات سے بچنا بھی فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک یعنی کذاب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱، مسند علی بن الجعد: ۱۴۰)

رسول اللہ ﷺ کا مشہور و متواتر ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔ اس وعید میں آپ پر جھوٹ بولنے والا اور آپ کی طرف منسوب جھوٹ کو بغیر تردید کے لوگوں تک

پہنچانے والا دونوں یکساں برابر اور شریک ہیں۔

ان نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں ہر شخص پر ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب موضوع ، مردود اور ضعیف روایات سے کلی اجتناب کرتے ہوئے صرف وہی روایات بیان کرے، جو بلحاظِ اصولِ حدیث صحیح یا حسن مقبول ہوں۔

امام بخاری اور امام مسلم کے صحیحین میں طرزِ عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر امام ضعیف روایات کو فضائل میں بھی حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے محمد جمال الدین قاسمی کی کتاب" قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث" (ص ۱۱۳)

بہت سے خطیب حضرات ضعیف و موضوع روایات فضائل کے پردے میں بے دھڑک اور مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں۔

برادر محترم ابو الاسجد محمد صدیق رضا اثری حفظہ اللہ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے قلم اٹھایا اور بعض محققین کی عربی تصانیف کو اردو کا جامہ پہناتے ہوئے جعلی ، خود ساختہ ، من گھڑت اور بے اصل قصے کہانیوں کا مدلل رد کیا جسے ہم نے کئی اقساط میں ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع کیا اور یہ سلسلہ قارئین میں بے حد مقبول ہوا۔

محترم ابو الاسجد صاحب کا ایک انداز ہے کہ وہ اپنے سامعین کو بار بار سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے بعض مقامات کی اصلاحات بھی کیں لیکن عین ممکن ہے کہ اب بھی کچھ تسامحات رہ گئے ہوں۔ نشاندہی پر طبع دوم میں اصلاح کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

اب ان غیر ثابت قصوں کو مع رد کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے برادرم محمد صدیق رضا حفظہ اللہ اور تصنیف و طباعت کے جملہ متعلقین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

حافظ زبیر علی زئی

(۳۰/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

معروضات مترجم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین ومن تبعھم إلی یوم الدین ، أما بعد:

''خبر'' اور ''قبولیت خبر'' سے متعلق دینِ فطرت اسلام کے احکامات کافی واضح ہیں۔ ان احکامات کا تعلق ہر قسم کی خبر کے ساتھ ہے۔ لیکن اگر ہم انہیں تقسیم کرنا چاہیں تو یہ دو بڑے حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں: ایک دینی امور سے متعلق خبر اور دوسری دنیاوی امور سے متعلق پھر دینی امور سے متعلق خبر کو تقسیم کریں تو ایک خبر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے متعلق دوسری آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق اور تیسری علماء دین سے متعلق خواہ وہ اس امت کے اولین لوگوں میں سے ہوں یا بعد والوں میں سے ہوں۔ پھر خبر کے ساتھ ساتھ اس کے بیان کرنے والے اور قبول کرنے والے بھی دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں:

ایک وہ جو خبر سے متعلق احکامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُسے بیان کرتے ہیں، نیز قبول یا رد کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اِن احکامات سے غفلت برتتے ہوئے خبر بیان کرتے ہیں نیز قبول یا رد کرتے ہیں۔ پھر ان سے بعض کے طرزِ عمل سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ سرے سے ان احکامات کی پابندی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے بالخصوص جب وہ ان کے خلاف نہ ہو بلکہ موافق ہو۔ تو پھر وہ حق و باطل، صحیح و غلط، درست و خطا کی تمیز کئے بغیر ہر قسم کی رطب و یابس بیان کر دیتے ہیں۔

پھر اس طبقہ میں بھی دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جو جانتے بوجھتے اور علم رکھنے کے باوجود مطلب برآری یا محض زیبِ داستان کے لئے ایسا کرتے ہیں یا پھر سستی و کاہلی کی بنا پر اور دوسرے وہ لوگ جو لاعلمی یا کم علمی کی بنا پر ایسا کر بیٹھتے ہیں۔

ہم اپنی اور اپنے مسلم بھائیوں کی خیر خواہی کے لئے خبر و قبولیت خبر سے متعلق قرآن و سنت سے چند احکامات پیش کرتے ہیں تا کہ لوگ ان پر غور و فکر کے بعد حتی الوسع ان پر عمل

کریں اور ان کی مخالفت سے یکسر بچیں۔ وباللہ التوفیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا أَن تُصِيبُوا قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو (کہیں) ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچاؤ پھر جو تم نے کیا اس پر نادم ہو جاؤ۔'' (الحجرات:۶)

اور فرمایا:

﴿مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ (۲/ البقرة : ۲۸۲)

''ایسے گواہوں میں سے جو تم کو پسند ہوں (یعنی عادل گواہ)۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خبر الفاسق غير مقبول عند أهل العلم ، كما أن شهادته مردودة عند جميعهم و دلت السنة على نفي رواية المنكر من الأخبار كنحو دلالة القرآن على نفي خبر الفاسق.

''اہلِ علم کے نزدیک فاسق کی خبر غیر مقبول (مردود) ہے جیسا کہ اس کی گواہی بالاتفاق مردود ہے اور سنت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ منکر روایات کا بیان کرنا جائز نہیں ہے جس طرح قرآن مجید اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فاسق کی خبر معتبر نہیں۔'' (مقدمہ مسلم ج۱ص۸)

دار العلوم دیوبند کے استاذِ حدیث سعید احمد پالنپوری صاحب لکھتے ہیں:

ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ فاسق کی خبر غیر معتبر ہے اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے پس ان کی روایات بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (فیض المنعم شرح مقدمہ مسلم ص۵۹)

اسی طرح کہتے ہیں:

''جس طرح شہادت کے معتبر ہونے کے لئے شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے اس

طرح خبر کے معتبر ہونے کے لئے مخبر (راوی) کا عادل ہونا ضروری ہے، چنانچہ علما کے نزدیک جس طرح فاسق کی شہادت مردود ہے اس کی خبر (روایت) بھی غیر معتبر ہے۔ لہٰذا جن آیات میں شہادت کے قابلِ قبول ہونے کے لئے شاہد کا مرضی (عادل) ہونا شرط کیا گیا ہے، ان سے روایت کے قابلِ قبول ہونے کے لئے عدالت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا درست ہے۔ کیونکہ روایت بھی ایک طرح کی شہادت ہے پس جب دنیوی معاملات کی گواہی میں گواہ کا مرضی (پسندیدہ) ہونا ضروری ہے تو دینی معاملات کی گواہی میں یعنی روایت حدیث میں بھی راوی کا مرضی ہونا ضروری گا۔'' (فیض المنعم ص ۵۹)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حدّث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين))

''جو شخص میری طرف کوئی حدیث بیان کرتا ہے، جس کے متعلق اس کا گمان ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔'' (مسلم فی المقدمہ ۱/۹)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من تعمّد عليّ كذبا ، فليتبوّا مقعده من النار))

''جو کوئی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

(مسلم فی المقدمہ ۱/۱۰)

سعید احمد پالن پوری صاحب لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی اسطرح ہوتی ہے کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اس کی نسبت آپ کی طرف کیجائے'' (فیض المنعم ص ۶۲)

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: ((فمن قال عني فلا يقول إلا حقا ، ومن قال علي مالم اقل فليتبوّأ مقعده من النار)) جو میری طرف سے کوئی بات کہے تو وہ ثابت شدہ بات ہی کہے، جس نے مجھ سے (روایت کرتے ہوئے) ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ

شخص اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (المستدرک للحاکم ۱/۱۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۵، وسندہ حسن)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف ''ثابت شدہ'' حدیث بیان کرنے کا حکم دیا۔ جو حدیث ثابت شدہ نہ ہو اس کے بیان کرنے سے منع فرمادیا۔ ضعیف روایات رسول اللہ ﷺ تک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اس لئے ان (کا بطورِ حجت) بیان کرنا درست نہیں البتہ یہ واضح کرنے کے لیے کہ یہ ''ثابت شدہ'' احادیث نہیں ہیں تو یہ مختلف فیہ امر نہیں۔ واللہ أعلم

یہ تو ہوئے اس خبر سے متعلق دلائل جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ اب جو باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ائمہ کرام سے متعلق ہیں، ان کی طرف منسوب روایات اور حکایات وغیرہ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ چونکہ ان کا تعلق خبر سے ہے تو خبر کے متعلق قرآن مجید کی آیت گزر چکی ہے کہ وہ بھی عادل شخص ہی سے قبول کی جائے گی نہ کہ فاسق سے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم ان کے ثبوت کی تحقیق کئے بغیر انہیں آگے بیان کردیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے زد میں آتے ہیں کہ جس میں آپ نے فرمایا:

((كفى بالمرءِ كذباً أن يحدث بكل ما سمع))

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔'' (مسلم فی المقدمہ ج ۱ص ۱۰)

چونکہ ہر سنی سنائی بات کا درست ہونا ضروری نہیں تو جو شخص اس حدیث کو نظر انداز کر کے ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردیتا ہے تو گویا وہ اس حدیث کے مطابق جھوٹا انسان ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے۔ تو خبر کے سلسلے میں تحقیق ثبوت لازمی ٹھہرتا ہے اگر اس میں بے احتیاطی برتی جائے اور غفلت سے کام لیتے ہوئے ہر سنی ہوئی بات آگے بڑھادی جائے تو پھر ایسے کام کا ارتکاب ہوگا جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ سے متعلق ''خبر'' کی بھی تحقیق کرنی ہوگی اس پر بھی غور کرنا ہوگا کہ جو بات ان سے متعلق کی جارہی ہے وہ ثابت شدہ ہیں، واقعتاً انہوں

نے ایسا کہا یا کیا ہے یا محض کسی فاسق یا خطا کار نے ان کی طرف یہ بات گھڑ دی ہے یا ان سے متعلق بیان کرنے میں غلطی کا شکار ہوا ہے۔ اگر ان احکامات کا خیال نہ رکھا جائے ان پر عمل نہ کیا جائے تو ان عظیم ہستیوں سے متعلق باطل فرقوں نے جو جھوٹی باتیں گھڑ رکھی ہیں ان کا کس طرح سے رد کریں گے۔ بلاشبہ اس قسم کی باتیں خواہ ان کا تعلق ایمانیات سے ہو یا اعمال سے ہو یا اخلاقیات سے ایسی روایات بکثرت پائی جاتی ہیں کہ جو قطعاً ان کے شایانِ شان نہیں۔ سو یہ باتیں اور ان کی تفصیل سر دست ہمارا موضوع نہیں تو ہم انہیں چند باتوں پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس کتاب و ترجمہ سے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔

بحرین کے کثیر التصانیف فضیلۃ الشیخ ابو عبدالرحمٰن الفوزی حفظہ اللہ نے "تبصرة أولی الأحلام من قصص فیها کلام" کے عنوان سے چھ حصوں میں ضعیف، غیر ثابت شدہ اور موضوع روایات کا ایک سلسلہ پیش فرمایا ہے ہر ایک حصہ دس دس قصوں پر مشتمل ہے ان میں سے بہت سے قصے خود ہمارے ہاں بھی درجہ شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ علما، خطبا واعظین اور عامۃ الناس انہیں سناتے پائے جاتے ہیں جبکہ یہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ ان میں سے بعض تو صراحتاً قرآن وسنت اور اصل حقیقت نیز صحیح عقائد سے متصادم ہیں اور جن میں بظاہر ایسی کوئی بات اگر نہ بھی پائی جائے تو یہ علت تو ضرور پائی جاتی ہے کہ وہ ثابت شدہ نہیں ہیں۔ ان کا بیان کرنا گزشتہ دلائل کی رو سے درست نہیں۔

کچھ عرصہ قبل راقم الحروف کو یہ کتابچے ملے تو دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے اردو خواں بھائیوں تک بھی اسے پہنچایا جائے تاکہ وہ بھی اس سلسلہ سے مستفید ہوں بعض بھائیوں سے اس پر مشورہ طلب کیا انہوں نے اسے سراہا اور یہ کام کرنے کا مشورہ دیا ناچیز نے اس پر کام کیا۔ جب پہلے حصے کا ترجمہ مکمل ہوا تو اپنے محبوب استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ من کل سوء و متعنا بطول حیاته کی اجازت سے آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

یہ اس ناکارہ پر آپ کے احسانوں میں سے ایک مزید احسان ہے کہ آپ نے اس کا مطالعہ فرمایا۔ پھر نہ صرف یہ کہ اسے پسند فرمایا بلکہ اپنے انتہائی علمی و تحقیقی مؤقر رسالہ ماہنامہ

''الحدیث'' میں قسط وار شائع فرمانا شروع کر دیا۔ فجزاہ اللہ خیرًا.
اس حوصلہ افزائی سے حوصلہ بڑھا اور بندے نے ان تمام حصوں کا ترجمہ مکمل کر دیا۔

" من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ " کے پیشِ نظر بندہ تہہ دل سے استاذِ گرامی فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب کا مشکور ہے کہ آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی نیز بعض مقامات پر ''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے فاضل مؤلف سے اختلاف یا کسی علمی و تحقیقی نکتہ کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔

اسی طرح اپنے پیارے دوست جناب مولا بخش بلوچ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ آپ ہی نے اس سلسلہ کا جزء چار تا چھ بحرین سے منگوا کر دیا۔ اسی طرح ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کی پوری ٹیم کا بھی مشکور ہوں۔ فجزاھم اللہ خیرًا.

ترجمہ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ بندہ نے لفظی ترجمہ کے بجائے رواں ترجمہ کا انداز اپنانے کی کوشش کی ہے نیز حوالہ کے سلسلے میں اختصار کے پیشِ نظر پوری طرح سے مؤلف کے اسلوب کی پیروی نہیں کی کیونکہ مؤلف اکثر کتب کے ساتھ مصنف کے ناموں کا بھی ذکر کرتے ہیں جبکہ معروف کتب سے متعلق ہمیں اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

چند ایک مقامات پر ابہام دور کرنے یا بات مزید واضح کرنے کی غرض سے معمولی اضافہ بھی کیا ہے لیکن وہ اضافہ بالعموم بین القوسین ہے نیز ''مترجم'' لکھ کر اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے۔

''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے جو عبارت بین القوسین پائی جاتی ہے یہ استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی وضاحتیں ہیں۔ عموماً اس کے آخر میں بھی آپ زع یا زبیر علی زئی لکھا پائیں گے۔

''عرضِ مترجم'' کے عنوان سے راقم الحروف نے بعض قصص میں ان پر درایتاً کچھ تبصرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس پورے کام کے دوران جہاں کہیں بندہ سے غلطیاں واقع ہوئی ہیں، بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہے۔

اس سلسلہ کے ترجمہ کے دوران میں اسی قسم کے ایک اور سلسلہ سے آگاہی ہوئی جو

دیارِ عرب کی معروف علمی شخصیت فضیلۃ الشیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان حفظہ اللہ اور ان کے دیگر اہلِ علم ساتھیوں نے "قصص لا تثبت" کے عنوان سے پیش فرمایا ہے۔ یہ سلسلہ بھی کافی علمی اور دلچسپ معلومات پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ استاذی المحترم فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کو جزائے خیر دے آپ نے ہی ہمیں اس سے آگاہ فرمایا نیز احقر کی بہت ہی زیادہ حوصلہ افزائی اور انتہائی شفقت و رأفت کا معاملہ اختیار فرماتے ہوئے بڑے ہی جامع الفاظ میں کتاب کے لیے عمدہ تقریظ بھی رقم فرمادی یہ ان کی مشفقانہ محبت و شفقت اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کا احسن انداز ہے وگرنہ ''من آنم کہ من دانم'' خلوص دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعداءِ دین اور حاسدین کے شر سے محفوظ رکھے آپ کا علمی سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھے' اس سلسلہ کا پہلا جزء ''الشیخ یوسف محمد بن ابراہیم العتیق'' کا تیار کردہ ہے اور دوسرا اجزء الشیخ مشہور حسن کا۔ ان دوں اجزاء میں بعض قصص ایسے ہیں جو الشیخ فوزی کے سلسلہ میں بھی آچکے ہیں۔ چونکہ ناچیز ان دونوں سلسلوں کو ایک ہی تسلسل میں پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو تکرار سے بچتے ہوئے ہم نے وہ قصص دوبارہ نقل نہیں کیے۔ ان کے علاوہ جزء اول، دوم ہر دو کے بقیہ تمام قصص کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ ''قصص لا تثبت'' کے اب تک آٹھ حصے چھپ چکے ہیں جن کا ترجمہ ان شاء اللہ جلد ہی حصہ دوم کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

آخری گزارش: یہ قصے جن میں سے بہت سے قصے اکثر ہمارے سامنے بھی بیان ہوتے ہیں، ان کی حقیقت جان لینے کے بعد اگر آپ کبھی کسی خطیب، واعظ اور مدرس وغیرہم کو ان میں سے کوئی قصہ بیان کرتے سنیں تو ایسا ہرگز نہ کیجئے گا کہ آپ درمیان میں جھڑکتے ہوئے انہیں ٹوک بیٹھیں اور نہ ہی ایسا ہو کہ آپ اپنی علمیت جھاڑتے ہوئے انہیں جاہل ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگیں بلکہ امر بالمعروف، نصیحت و خیر خواہی کا احسن اسلوب اختیار کرتے ہوئے انتہائی نرمی کے ساتھ ان کے سامنے اس قصہ کی علمی حیثیت اور سند سے متعلق تحقیق پیش کر دیں تاکہ بعد میں کسی موقع پر وہ خود ہی اپنے مخاطبین کے سامنے اس کی

حقیقت کو واضح فرمادیں اور آیندہ ایسے غیر ثابت قصے بیان کرنے سے بچتے رہیں۔

وباللہ التوفیق

آخر میں ''مکتبہ اسلامیہ'' کے مدیر محترم محمد سرور عاصم صاحب حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی معروضات کا سلسلہ ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جزاءِ خیر عطا فرمائے کہ احقر ایسے ناقص طالبعلم کی اس کاوش کو اپنے ادارہ کے اعلیٰ معیار کے مطابق کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مکتبہ کو دن دگنی رات چگنی مزید ترقی عطا فرمائے۔ مجھ ناچیز کی خطاؤں سے درگزر فرمائے آمین یارب العالمین۔

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

(۹ جنوری ۲۰۰۷ء، کراچی)

مشہور واقعات کی حقیقت

ضعیف، موضوع اور مردود روایات اور ان کا رد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

"بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

یہ وعدہ الٰہی سنت نبوی ﷺ کو بھی شامل ہے اس لئے کہ سنت قرآن کریم (ذکر) کے لئے بیان وتفسیر ہے، اور سنت کی شریعت میں بہت زیادہ قدر ومنزلت ہے، پس سنت کے امر کا التزام شریعت کا التزام ہے، اللہ رب العالمین کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (٤/ النسآء: ٨٠)

"جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

یقیناً ہوی پرست (اہل بدعت) اور اپنے مذہب کے لئے متعصب بعض کینہ پرور اور بیمار دل والوں نے ایسی کوششیں کیں جو کسی بھی محترم انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کریں، ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (بخاری: ۱۰۷)

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض اہل علم کو یہ توفیق بخشی کہ وہ شریعت مطہرہ سے اس قسم کے لوگوں کی دسیسہ کاریوں کو دور کردیں۔ جو بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ پر گھڑی ہیں۔ تو ان اہل علم نے صحیح اور ضعیف کو واضح کردیا، اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور سنت محفوظ ہوگئی اور سنت کی حفاظت سے قرآنی احکام بھی محفوظ ہوگئے۔ (تلخیص از مقدمۃ الکتاب)

اسی سلسلے میں الشیخ ابو عبدالرحمٰن فوزی بن عبداللہ بن محمد / البحرین، بلاد العرب نے ایک کتاب "تبصرة أولى الأحلام من قصص فيها كلام" ترتیب دی ہے جس

میں قصہ گو لوگوں کے من گھڑت واقعات کی حقیقت واضح کی گئی ہے جس کا ترجمہ محترم جناب صدیق رضا صاحب نے کیا ہے اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(حافظ ندیم ظہیر)

پہلا قصہ: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور اجتہاد کا قصہ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا (تو اس وقت ان سے پوچھا):

((كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضي بكتاب الله قال: فإن لم تجد في كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله ولا في كتاب الله؟ قال اجتهد رأي ولا آلوا، فضرب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم صدره وقال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله))

"جب آپ کو کوئی قضیہ پیش آئے گا تو آپ کس طرح فیصلہ کریں گے؟ عرض کیا کہ: میں کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا، فرمایا: اگر آپ کتاب اللہ میں (اس قضیہ کا حل) نہ پائیں؟ تو عرض کیا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا، فرمایا کہ اگر آپ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی (اس کا حل) نہ پائیں؟ تو عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر (اپنا بابرکت ہاتھ) مارا اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس پر اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہے۔ (یہ روایت منکر وضعیف ہے)

تخریج: اس روایت کو ابو داود نے اپنی سنن (ج ۳ ص ۳۰۳ ح ۳۵۹۲، ۳۵۹۳) ترمذی نے اپنی سنن (ج ۳ ص ۶۰۷ ح ۱۳۲۷، ۱۳۲۸) احمد نے مسند (ج ۵ ص ۲۳۰ ح ۲۲۰۰۷)

اور بیہقی نے سنن الکبریٰ (ج ۱۰ ص ۱۱۴) اور المدخل (ص ۲۰۸ تا ۲۰۹ ح ۲۵۶) ابو داود الطیالسی نے مسند (ص ۷۶ ح ۵۵۹) دارمی نے سنن (ج ۱ ص ۶۰ ح ۱۷۰) ابن حزم نے الاحکام (ج ۶ ص ۲۰۰) بغوی نے شرح السنۃ میں تعلیقاً (ج ۱ ص ۱۱۶ ح ۲۵۰۹) ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۷ ص ۲۳۹ ح ۲۰۲۹۷۸) اور جوزقانی نے الاباطیل (ج ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶ ح ۱۰۱) اور عبد بن حمید نے المنتخب (ص ۷۲ ح ۱۲۴) اور ابن الجوزی نے العلل المتناہیہ (ج ۲ ص ۷۵۸ ح ۱۲۶۴)، خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ (ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۸۸، ۱۸۹)، العقیلی نے "الضعفاء الکبیر" (ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۲۶۲) طبرانی نے "المعجم الکبیر" (ج ۲۰ ص ۱۷۰ ح ۳۶۲) اور المزی نے "تہذیب الکمال" (ج ۱ ص ۲۱۲ المخطوط) اور ابن عبدالبر نے "جامع بیان العلم" (ص ۳۵۹، ۳۶۰) اور (محمد بن خلف) وکیع نے "أخبار القضاۃ" (ج ۱ ص ۹۷، ۹۸) اور ابن سعد نے "الطبقات الکبریٰ" (ج ۲، ص ۳۴۷، ۳۴۸) میں متعدد (بہت سے) طرق سے بیان کیا کہ "عن شعبۃ قال: أخبرني أبوعون الثقفي قال: سمعت الحارث بن عمرو یحدث عن أصحاب معاذ من أھل حمص عن معاذ بن جبل رضي اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ لما بعثہ إلی الیمن قال لہ، فذکرہ" میں (الفوزی الاثری) نے کہا: اور یہ سند ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

اول: الحارث بن عمرو مجہول ہے۔

دوم: اصحاب معاذ یعنی معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی جہالت (ان کا مجہول ہونا)۔

دیکھئے ابن حجر کی التہذیب (ج ۲ ص ۱۳۲) اور انہی کی تقریب التہذیب (ص ۱۴۷ رقم: ۱۰۳۹)

امام بخاری نے التاریخ الکبیر (ج ۲ ص ۲۷۷) میں فرمایا کہ: الحارث بن عمرو بن أخي المغیرۃ بن شعبۃ الثقفي نے اصحاب معاذ سے اور انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے (اور) روایت کیا ان سے ابوعون نے، تو یہ صحیح نہیں اور یہ روایت معروف نہیں مگر اس مرسل سند سے: الخ

امام ترمذی نے فرمایا: اس حدیث کو ہم نہیں جانتے مگر اس سند سے اور میرے نزدیک اس کی اسناد متصل نہیں: الخ

امام جوزقانی نے فرمایا: یہ حدیث باطل ہے۔

امام ابن الجوزی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں اگر چہ تمام (!) فقہا اس روایت کو اپنی کتب میں بیان کرتے ہیں اور اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں، اور قسم ہے مجھے کہ اگر چہ اس کا معنی درست ہے، (لیکن) بات یہ ہے کہ اس کا ثبوت معروف نہیں۔ اس لئے کہ الحارث بن عمرو مجہول ہے اور معاذ رضی اللہ عنہ کے اصحاب (ساتھی) اہل حمص میں تو وہ بھی پہچانے نہیں جاتے (معروف نہیں ہیں مجہول ہیں) اور نہ ہی اس کا طریق (معروف ہے) پس اس حدیث کے ثبوت کی کوئی وجہ نہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ابوعون محمد بن عبید اللہ الثقفی نے اس روایت کو الحارث بن عمرو الثقفی ...... سے بیان کرنے میں تفرد کیا اور ابوعون کے علاوہ الحارث سے کسی نے روایت نہیں کیا اور الحارث ...... مجہول ہے۔ الخ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۹)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حزم نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں، اس لئے کہ الحارث مجہول ہے اور اس کے شیوخ (اساتذہ) پہچانے نہیں جاتے، اور بعض لوگوں نے اس حدیث کے تواتر کا دعویٰ کیا، اور یہ غلط ہے (جھوٹ ہے) بلکہ یہ تواتر کی ضد ہے، اس لئے کہ حارث سے اس روایت کو ابوعون کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا تو کس طرح یہ روایت "متواتر" ٹھہری؟

اور عبدالحق (اشبیلی) نے فرمایا: یہ روایت کسی صحیح طریق (سند) سے نہ مسند ہوئی ہے نہ پائی جاتی ہے اور ابن طاہر نے اس حدیث پر کلام پر مشتمل اپنی منفرد تصنیف میں فرمایا: جان لو! کہ میں نے اس حدیث کو چھوٹی بڑی مسانید میں تلاش کیا، اور حدیث کے علم جاننے والوں میں سے جن سے میری ملاقات ہوئی ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، پس میں نے اس روایت کو نہیں پایا سوائے دو سندوں کے۔ ان میں سے ایک سند شعبہ اور دوسری سند "عن محمد بن جابر عن أشعث بن أبي الشعثاء عن رجل من ثقيف عن معاذ" اور یہ دونوں سندیں صحیح نہیں ہیں۔ الخ

علامہ البانی نے الضعیفہ (ج ۲ ص ۲۷۳) میں فرمایا......... اس اسناد میں تین علتیں ہیں:

اول: ارسال۔

دوم: الحارث بن عمرو (جو کہ) مجہول ہے۔

سوم: اصحاب معاذ رضی اللہ عنہ کی جہالت یعنی ان لوگوں کا مجہول ہونا۔

امام مزی نے تحفۃ الاشراف (ج ۸ ص ۴۲۱) میں اس روایت کو ذکر کیا:

اور خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الفقیہ والمتفقہ (ج ا ص ۱۸۹) میں فرمایا:

"وقد قیل أن عبادة بن نسي رواه عن عبدالرحمٰن بن غنم عن معاذ وقال هذا الإسناد متصل ورجاله معروفون بالثقة .إلخ"

یعنی کہا گیا کہ عبادۃ بن نسی نے اس حدیث کو روایت کیا عبدالرحمٰن بن غنم سے، انہوں نے معاذ سے اور فرمایا اس کی سند متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہونے میں معروف ہیں۔

لیکن حافظ (ابن حجر) نے الامالی میں ۱۷۰ کے بعد کی مجلس میں فرمایا: ہاں یہ اسی طرح ہے، بلکہ عبدالرحمٰن بن غنم کو تو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور جو راوی ان سے روایت کر رہا ہے وہ بھی ثقہ ہے لیکن اس سے روایت کرنے والا راوی ثقہ نہیں ہے، ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے اپنی سنن (ج ا ص ۲۱ ح) میں اور جوزقانی نے الاباطیل (ج ا ص ۱۰۸، ۱۰۹) میں اس حدیث کے بعض حصہ کو یحیٰی بن سعید کی سند کے ساتھ اور اس مبہم (مجہول شخص) کا نام محمد بن حسان بتلایا اور وہ "مصلوب" کے نام سے معروف ہے۔ امام احمد، الفلاس، امام نسائی، امام ابو حاتم اور دیگر محدثین نے اسے کذاب قرار دیا۔ پس اس کی حدیث نہ تو استشہاداً صحیح ہے نہ ہی متابعۃً۔ یعنی شواہد و متابعت میں بھی اس کی حدیث پیش کرنا صحیح نہیں۔ .إلخ (الامالی: ص ۲۱۴ ق)

(ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۹۵ رقم الترجمۃ ۶۰۵۵ میں ابو داود کا قول نقل کیا۔ هو مجهول و حديثه ضعيف، اور خود بھی تقریب میں اسے مجہول قرار دیا۔ رقم الترجمہ: ۵۸۲۸۔ مترجم) دیکھئے حاشیۃ العلل المتناھیۃ (ج ۲ ص ۷۵۹)

امام بوصیری نے فرمایا: یہ سند ضعیف ہے، محمد بن سعید المصلوب حدیث گھڑنے کے الزام سے متہم ہے۔ .إلخ

عرضِ مترجم:

روایتِ مذکورہ کی اسنادی حیثیت پر کافی مفصل بحث آپ کے سامنے ہے۔ جس سے اس روایت کا ضعیف ہونا واضح ہے۔ لیکن اس کے باوجود مقلدین حضرات تقلید کی بحث میں اس روایت کو ذکر کرنا نہیں بھولتے الا ماشاء اللہ۔ آپ تقلید کے موضوع پر لکھی گئی تقریباً ہر کتاب یا رسالہ میں ضرور اس کا ذکر پائیں گے نیز مقلدین کو اس سے صرف تقلید ہی نہیں بلکہ کئی قدم آگے بڑھ کر "تقلیدِ شخصی" کے ثبوت میں یہ روایت پیش کرتے پائیں گے۔ جہاں تک معاملہ "اجتہاد" کا ہے جسے عام طور پر قیاس بھی کہا جاتا ہے جس کا اس ضعیف روایت میں بھی ذکر ہے تو وہ دیگر صحیح و مقبول دلائل سے ثابت ہے ہمیں اس سے انکار بھی نہیں لیکن "تقلید" یا "تقلیدِ شخصی" کا تو اس روایت میں سرے سے کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔ اسے سینہ زوری کے علاوہ اور کیا نام دیں کہ لوگ اسے تقلید کے ثبوت میں دھڑلے سے پیش کر دیتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ "قیاس" سے متعلق اپنے اصول و قواعد بھی یکسر بھلا بیٹھتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اجتہاد کو ماننا بھی تقلید ہے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ سب سے پہلے مقلدین ہی کی مسلمہ کتاب سے "قیاس" سے متعلق قاعدہ سنئے:

فإن أصول الشرع ثلثة. الكتاب والسنة وإجماع الأمة والأصل الرابع القياس المستنبط من هذه الأصول.

شریعت کے تین اصول ہیں: قرآن مجید، سنت، اجماعِ امت اور چوتھی اصل وہ قیاس ہے جو ان تینوں اصولوں سے مستنبط (ماخوذ) ہو۔ (حسامی، ص: ۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

معلوم ہوا کہ وہ قیاس حجت ہے جو نصوص و اجماع سے مُستنبط ہو۔۔۔۔ اسی کو قیاس کہا جائے گا نہ کہ محض من گھڑت باتوں کو۔ یقین نہیں آتا تو ان مقلدین کے "مناظر اسلام" وکیل احناف امین اوکاڑوی سے سمجھ لیں، لکھتے ہیں:

"یاد رہے یہاں قیاس سے مراد انکل پچو باتیں نہیں بلکہ اہلِ سنت کی اصطلاح میں قیاس وہ خاص طریقۂ علم ہے جس سے مجتہد کتاب و سنت میں پوشیدہ مسائل کو ظاہر کر دیتا

ہے۔ اس لئے ہر مجتہد کا یہ اعلان ہوتا ہے ''القیاس مظہر لا مثبت'' کہ قیاس سے مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب وسنت میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کیا جاتا ہے''

(تجلیاتِ صفدر ، مضمون الحادو بدعت" ج۱ ص ۴۸۸ مکتبہ امدادیہ ، ملتان)

ناچیز کا خیال ہے کہ اس مختصر سی گفتگو سے یہ بات کافی حد تک واضح ہو چکی ہو گی کہ'' قیاس'' یا'' اجتہاد'' سے مسائل بیان ہوتے ہیں، قرآن وسنت ہی کے پوشیدہ مسائل کو ظاہر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں وہ قرآن وسنت ہی کے مسائل ہوں گے، نیز قرآن وسنت میں ان کے ادلہ بھی پائے جاتے ہوں گے اور ایسے مسائل کہ جن کے لئے قرآن وسنت میں کوئی دلیل نہ ہو تو وہ یقیناً گھڑے ہوئے مسائل ہوں گے۔ انہیں اجتہادی مسائل کہنا بھی غلط ہو گا چونکہ قیاس کے صحیح ہونے کے لئے لازمی ہے کہ وہ قرآن وسنت یا اجماع سے مستنبط ہو۔

نیز یہ بھی کہ جن مسائل سے متعلق یہ دعویٰ ہو کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں تو گویا یہ دعویٰ ہو گا کہ یہ قرآن وسنت ہی کے پوشیدہ مسائل ہیں تو اس صورت میں ان مسائل کے دلائل طلب کرنا بھی بالکل صحیح و برحق ہو گا۔ دلیل کے مطالبہ کو غلط قرار دینا خود غلط و باطل ہو گا، نیز اپنے ہی اصولوں سے جہالت کا بدترین مظاہرہ بھی ہے۔ اب جب یہ بات قدرے واضح ہو گئی تو یہ سمجھنا بھی قطعاً دشوار نہ رہا کہ اجتہاد یا اجتہادی مسائل ماننے کا تقلید سے کوئی تعلق نہیں چونکہ تقلید کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ بغیر دلیل و حجت کے جو بات مانی جائے جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا:

''علامہ ابن الھمام اور علامہ ابن نجیم ''تقلید'' کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

التقلید العمل بقول من لیس قوله احدی الحجج بلا حجة منها.

تقلید کا مطلب یہ ہے جس شخص کا قول ماخذِ شریعت میں سے نہیں ہے اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بغیر عمل کر لینا۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص۱۴)

اور سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اصطلاحی طور پر تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس کا قول حجت نہیں اس کے قول پر عمل کرنا'' (الکلام المفید ص ۳۵)

قرآن وسنت کے ظاہر و پوشیدہ مسائل تو حجت ہیں پھر ان کا ماننا تقلید کس طرح ہو

سکتا جبکہ آپ ہی کے مسلمہ اصول کے مطابق اجتہاد قرآن وسنت کے پوشیدہ مسائل ظاہر کرنے کا نام ہے نہ کہ مسائل گھڑنے کا لہٰذا ثابت ہوا کہ اجتہاد و اجتہادی مسائل کا ماننا تقلید نہیں ہے۔ جب یہ تقلید نہیں تو اس ضعیف روایت سے تقلید کا ثابت کرنا بھی قطعاً درست نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی کرتے چلیں جو نامور لوگوں سے سرزد ہوئی ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"یہاں ہمیں اس واقعہ کے صرف ایک پہلو پر توجہ دلانا مقصود ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اہلِ یمن کے لئے اپنے فقہاء صحابہؓ میں سے صرف ایک جلیل القدر صحابی کو بھیجا..... اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اہلِ یمن کو اُن کی "تقلیدِ شخصی" کی اجازت دی بلکہ اس کو انکے لئے لازم فرمایا۔" (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۰)

اسی طرح سرفراز خان صفدر صاحب نے لکھا:

"آنحضرت ﷺ نے العیاذ باللہ ایک بے فائدہ اور مہمل کام کیوں کہ "تنہا" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا۔" (الکلام المفید ص ۹۳)

اگر سب اہل یمن کے لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی جو شخصِ معین اور فرد حقیقی تھے اطاعت ضروری تھی اور یقیناً ضروری تھی تو فریق ثانی پر لازم آئے گا کہ وہ تقلیدِ شخصی کے جواز کو تسلیم کرلے۔ (ایضاً ص ۹۳)

اسی طرح مقلدین کے "مناظر" وکیل احناف امین اوکاڑوی نے لکھا:

"جیسے یمن میں صرف حضرت معاذ مجتہد تھے۔"

(مجموعہ رسائل جدید مطبوعہ لاہور ج اص ۲۷)

حیرت ہے کہ اپنی "تقلید شخصی" کو ثابت کرنے کے لئے مقلدین کی بڑی بڑی شخصیات جیسے "شیخ الاسلام، شیخ الحدیث و امام اہلسنت اور مناظرِ اسلام" نے کتنی کمزور

بات بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف ''صرف ایک'' اور ''تنہا'' معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا حالانکہ حدیث کی کسی غیر معروف و نایاب قلمی نسخوں میں محفوظ حدیث کی کتب میں نہیں بلکہ انتہائی مشہور و معروف اور دستیابِ عام کتاب صحیح البخاری سے ہی یہ دعویٰ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

وہ اس طرح کہ صحیح البخاری میں ہی یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے یمن میں ''صرف ایک'' و ''تنہا'' معاذ رضی اللہ عنہ کو نہیں بلکہ ان کے علاوہ سیدنا خالد بن الولید و سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم کو بھی بھیجا تھا۔ اختصار کے پیشِ نظر ہم صرف کتاب اور باب کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ باذوق و علم دوست حضرات خود ہی ملاحظہ فرمالیں۔

سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کا یمن کی طرف مبعوث فرمانے کا ذکر، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب البعث علی ابن ابی طالب و خالد بن ولید الی الیمن (ج ۲ ص ۶۲۳)

اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مبعوث فرمانے کا ذکر، کتاب الاحکام، باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع (ج ۲ ص ۱۰۶۳)

اس کے باوجود ان حضرات کا یہ فرمانا کہ صرف ایک و تنہا سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کس طرح درست ہو سکتا ہے... پھر اس سے تقلیدِ شخصی کو ثابت کرنا بھی عجیب بات ہے اس لئے کہ تقی صاحب اور سرفراز خان ہر دو حضرات نے صحیح بخاری (ج ۲ ص ۹۹۷) کے حوالہ سے اسود بن یزید کا یہ قول نقل فرمایا کہ ''اتانا معاذ بن جبل بالیمن معلما اوامیرا'' الخ کہ معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن میں معلم یا امیر منتخب ہو کر آئے۔

(الکلام المفید ص ۹۲، تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۱)

جب وہ امیر و معلم بنا کر بھیجے گئے تو تعلیم و تعلم کے سلسلے سے تقلید کا کیا تعلق ہے؟ اگر یہ تقلید ہے تو خود ان دو حضرات کے بہت سے شاگرد ہیں جنھوں نے ان سے تعلیم حاصل کی تو کیا وہ سب ان کے مقلد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں؟ پھر کسی دور میں یہ بھی بہت سے اساتذہ کے شاگرد رہے تو یہ ان کے مقلد ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں؟ اگر ہاں تو تقلیدِ شخصی باطل اور اگر نا تو اس سے تقلیدِ شخصی کا کشید کرنا باطل ہو جاتا ہے۔ جبکہ ان کا دعویٰ

''تقلید شخصی'' ہے۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ صرف معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجنے سے اگر تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے تو دیگر صحابہ کو بھیجنے سے ''تقلید اشخاصی'' بہت سے لوگوں کی تقلید ثابت نہیں ہوتی ؟ اگر ہاں کہیں تو ''تقید شخصی'' کا دعویٰ وفتویٰ باطل نا کہیں تو استدلال باطل۔

کہنے کو تو اور بھی بہت کچھ ہے لیکن اس کتاب کا موضوع تقلید نہیں سو اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے واضح رہے کہ اس ضعیف روایت کا پیش کرنا ہی غلط ہے پھر اس سے تقلید یا تقلیدِ شخصی کا ثابت کرنا اس سے بھی بڑی غلطی ہے۔

دوسرا قصہ: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ (اسلام قبول کرنے سے پہلے) تلوار لٹکائے ہوئے نکلے، تو آپ کی ملاقات بنی زہرہ کے شخص (نعیم بن عبداللہ) سے ہوئی، نعیم نے کہا، اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، تو نعیم نے کہا: اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ پائیں گے؟

عمر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لگتا ہے تو بھی بے دین ہو کر اپنا پچھلا دین چھوڑ چکا ہے؟

انہوں کہا: اے عمر! آپ کو ایک عجیب بات پر اطلاع نہ دوں کہ آپ کے بہنوئی اور بہن بھی (آپ کے زعم کے مطابق) بے دین ہو چکے ہیں اور ان دونوں نے وہ دین چھوڑ دیا جس پر آپ ہیں۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ انتہائی غصہ میں ان کی طرف چلے یہاں تک کہ ان کے پاس آ پہنچے، اس وقت ان کے ہاں مہاجرین میں سے ایک شخص (سیدنا) خباب (رضی اللہ عنہ) موجود تھے، کہا: جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی آہٹ محسوس کی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے، عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں (یعنی بہن و بہنوئی) کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ دھیمی دھیمی سی آواز کیسی ہے جو میں نے تمہارے ہاں سنی ہے؟

(دارمی نے) کہا کہ اس وقت وہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، ان دونوں نے کہا: کچھ نہیں ہم تو بس آپس میں باتیں کر رہے تھے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو، تو ان کے بہنوئی نے کہا: اے عمر! یہ بتاؤ اگر حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟ بس (یہ سننا تھا کہ) عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہنوئی پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح کچل

دیا۔ان کی بہن (قریب) آئی اور انہیں اپنے شوہر پر سے ہٹایا تو آپ نے بہن کو ایسا شدید چانٹا مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا، تو وہ غصہ ہوئی اور فرمایا، اے عمر! اگر حق تیرے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ جب مایوس ہو گئے، تو فرمایا: یہ کتاب، جو تمہارے پاس ہے مجھے دو میں اسے پڑھوں، عمر رضی اللہ عنہ کتاب پڑھا کرتے تھے (مطلب یہ کہ وہ پڑھ سکتے تھے، پڑھے لکھے تھے)

اس پر ان کی بہن نے کہا کہ آپ ناپاک ہیں اس کتاب کو تو بس پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، پس کھڑے ہو جائیں غسل یا وضو کر لیں۔ آپ کھڑے ہوئے وضو کیا پھر وہ کتاب (تحریر) اٹھائی پس آپ نے پڑھا طٰہٰ یہاں تک کہ آپ نے اس آیت پر ختم کیا۔

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

بے شک میں ہی اللہ ہوں کوئی الٰہ نہیں سوائے میرے پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر (یاد) کے لیے نماز قائم کرو۔ (طٰہٰ:۱۴)

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے محمد ﷺ کا پتا بتاؤ۔ جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو فرمایا: خوشخبری ہو! اے عمر میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کو جو دعا فرمائی تھی کہ:

((اللهم أعز الإسلام بعمر بن الخطاب أو بعمر بن هشام))

"اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا۔ یہ اسی (دعا کا اثر) ہے۔"

اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت کوہ صفا کے دامن میں واقع ایک گھر میں ہیں، اس وقت گھر کے دروازے پر (بغرض پہرہ) سیدنا حمزہ و سیدنا طلحہ اور رسول اللہ ﷺ کے چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، جب حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خوفزدہ ہیں تو فرمایا: ہاں یہ عمر ہی تو ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو یہ اسلام لے آئیں گے اور نبی ﷺ کی اتباع کریں گے، اور اگر یہ اس کے علاوہ کوئی اور

ارادہ کریں تو ان کا قتل کرنا ہم پر آسان ہے، اور آپ ﷺ (مکان کے) اندر تھے آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان کے کپڑے اور تلوار کا پرتالا سمیٹ کر پکڑا اور فرمایا! اے عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ویسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرتناک سزا میں مبتلا نہ کردے جس میں ولید بن مغیرہ مبتلا ہوا؟ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت عطا فرما۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور (میں نے) اسلام قبول کرلیا اور فرمایا: (باہر) نکلیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ روایت سخت منکر ہے۔

اس قصہ کی پانچ سندیں ہیں، اور ان پانچ سندوں میں اس کے (مختلف) الفاظ ہیں:

پہلی سند: امام بیہقی نے اس روایت کو دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۲۱۹، ۲۲۰) میں روایت کیا اور ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ ص ۲۶۷) میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں مختصراً (ج ۱ ص ۱۲۳)، ابن شبۃ نے تاریخ المدینۃ (ج ۲ ص ۶۵۷) میں "إسحاق بن يوسف الأزرق قال: أخبرنا القاسم بن عثمان البصري عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال فذكره" کی سند سے اس قصہ کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں۔ یہ سند ضعیف ہے، اس میں "القاسم بن عثمان البصری" راوی ہے۔ اس کے متعلق الامام البخاری نے فرمایا: اس کی کچھ احادیث ہیں جس پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔

امام دارقطنی نے فرمایا: ليس بالقوي، یہ قوی نہیں ہے۔ امام عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی جاتی۔ دیکھئے لسان المیزان (ج ۴ ص ۴۶۳) امام ذہبی نے فرمایا: کہ اسحاق الازرق نے اس سے حدیث بیان کی محفوظ متن کے ساتھ اور عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ کو بھی بیان کیا اور یہ قصہ سخت منکر ہے (منكرة جداً) الخ۔ (میزان ج ۱ ص ۲۹۵)

ابن الجوزی نے اس کا ذکر کیا ہے صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۲۶۹) اور تاریخ عمر بن الخطاب (ص ۲۵) میں، امام ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص ۱۷۴) اور سیوطی نے تاریخ

الخلفاء (ص ۱۲۹) میں۔

دوسری سند: امام طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۹۷) میں:

"أحمد بن محمد بن يحيي بن حمزة: ثنا إسحاق بن إبراهيم: ثنا يزيد بن ربيعة: ثنا أبو الأشعث عن ثوبان رضي الله عنه" کی سند سے اس قصہ کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کمزور ہے، اس میں "یزید بن ربیعۃ الرجبی" ہے اس کے متعلق:

① امام بخاری نے فرمایا: اس کی احادیث منکر ہیں۔

② امام نسائی نے فرمایا: متروک ہے۔

③ امام جوزجانی نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ اس کی احادیث موضوع (گھڑی ہوئی) ہیں۔

④ امام ابوحاتم نے فرمایا: ضعیف الحدیث، منکر الحدیث، واهی الحدیث ہے۔

ابوالاشعث عن ثوبان سے اس کی روایت میں بہت زیادہ تخلیط ہے۔

⑤ امام دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ متروک ہے۔

⑥ امام ابن حجر نے فرمایا: متروک ہے۔

دیکھئے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (ج ۹ ص ۲۶۱) میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۹۶) امام دارقطنی کی "الضعفاء" (ص ۳۹۸) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۲۰۸) ابن حجر کی لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۸۰) اور فتح الباری (ج ۳ ص ۱۷۸) نسائی کی الضعفاء (۶۴۵) امام بخاری کی التاریخ الصغیر (ج ۲ ص ۱۳۶)

تیسری سند: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۲۱۶) ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۱۴۱) میں، ابن الجوزی نے الحدائق (ج ۱ ص ۳۵۳) میں، امام البزار نے اپنی مسند (ج ۳ ص ۱۶۹، الزوائد) میں ابن الاثیر نے أسد الغابۃ (ج ۴ ص ۱۴۷) میں اس قصہ کو "عن إسحاق بن إبراهيم الحنيني: ثنا أسامة بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده" کی سند سے کئی طرق سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی سند (بھی) سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

اول: اسحاق بن ابراہیم الحنینی ضعیف ہے۔

دوم: أسامہ بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔

(ان کے ضعف کے لئے دیکھئے) التھذیب لابن حجر (ج ا ص ۱۸۱ و ۱۹۴) التقریب (ص ۹۸ و ۹۹) اور الفتح الباری (۹ ص ۵۲۴)، (ج ۳ ص ۲۱۰) نسائی کی الضعفاء (ص ۵۴، ۵۷) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ا ص ۱۷۴، ۱۷۹) سوالات ابن الجنید (ص ۳۸۱) ابن الھادی کی بحر الدم (ص ۶۲) سوالات الحاکم (ص ۱۸۷) دکتور نجم عبدالرحمٰن کی معجم الجرح والتعدیل۔ ذہبی نے اس قصہ کو بیان کیا تاریخ الاسلام (ص ۱۷۷) میں، السیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۰) میں اور ابن سید الناس نے عیون الآثار (ج ا ص ۱۲۵) میں اور ابن الجوزی نے تاریخ عمر بن الخطاب (ص ۲) میں۔

چوتھی سند: ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج ا ص ۲۴۱) اور حلیۃ الاولیاء (ج ا ص ۴۰) میں۔

"إسحاق بن عبدالله عن أبان بن صالح عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما" کی سند سے بیان کیا۔

میں کہتا ہوں اس کی سند کمزور ہے۔ اس میں اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ ہیں ان کے متعلق:

① امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ۔ یعنی محدثین نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

② امام احمد نے فرمایا: میرے نزدیک اس سے روایت کرنا حلال نہیں۔

③ ابن معین نے فرمایا: لیس بشيء۔ یہ کچھ بھی نہیں۔

④ ابن سعد نے فرمایا: یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

⑤ عمرو بن علی ⑥ ابوزرعہ ⑦ ابوحاتم ⑧ امام نسائی ⑨ امام دارقطنی ⑩ ابن حجر نے اسے "متروک" قرار دیا۔ دیکھئے ابن حجر کی تہذیب التھذیب (ج ا ص ۲۱۰) تقریب التھذیب (ج ا ص ۱۰۲) میزان الاعتدال للذھبی (ج ا ص ۱۹۳) احوال الرجال للجوزجانی (ص ۱۲۶) ابن الھادی کی بحر الدم (ص ۶۵) امام بخاری کی التاریخ الکبیر (ج ا ص ۳۹۶) ابن حبان کی المجروحین (ج ا ص ۱۳۱) دارقطنی کی الضعفاء (۱۴۳) ابن معین کی التاریخ (ج ۳ ص ۲۲) ابن عدی کی الکامل (ج ا ص ۳۲۰) دکتور نجم عبدالرحمٰن کی معجم الجرح والتعدیل (ص ۱۶) نسائی کی الطبقات (۴۷) اور اسے ذکر کیا ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص ۱۷۹)

میں اور ضعیف قرار دیا ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ (ج ا ص ۲۷) اور تاریخ عمر بن الخطاب (ص ۲۱) میں، ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۷) میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء (۱۲۳) میں۔

پانچویں سند: ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ا ص ۳۹، ۴۰) میں "یحي بن يعلى الأسلمي عن عبدالله بن المؤمل عن أبى الزبير عن جابر ﷺ" کی سند سے بیان کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اس میں علتوں کا ایک سلسلہ ہے:

اول: یحییٰ بن یعلی الأسلمی، ضعیف اور شیعہ راوی ہے۔

دوم: عبداللہ بن المومل بن وہب المخزومی ضعیف ہے۔

سوم: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس، مدلس ہے، (اور ان تک شرط صحت) اس روایت کو معنعن بیان کیا، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دیکھئے ابن حجر کی تقریب التہذیب (ص ۳۵۲، ۵۰۶، ۵۹۸) اور انہیں کی ''تعریف اہل التقدیس'' (ص ۱۰۸) سیوطی کی ''اسماء المدلسین'' (ص ۱۰۴) ابن العجمی کی التبیین لأسماء المدلسین (۵۴) اور الحافظ المقدسی کا قصیدة فی المدلسین (ص ۴۷) [حماد] الانصاری کی الاتحاف (ص ۴۷) اور ذکر کیا اس کو ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص ۱۷۳) میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص ۱۲۹) میں اور ابن الجوزی نے تاریخ عمر بن الخطاب (ص ۲۵) میں۔

[معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا یہ قصہ بلحاظ سند و اصولِ محدثین ثابت نہیں ہے۔]

تیسرا قصہ: سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دخول جنت کی کیفیت سے متعلق قصہ

"بينما عائشة في بيتها إذ سمعت صوتاً في المدينة فقالت: ماهذا؟ قالوا: عير لعبدالرحمن بن عوف قدمت من الشام تحمل من كل شيء، قال:فكانت سبع مائة بعير، فارتجت

المدینة من الصوت فقالت عائشة: سمعت رسول الله ﷺ یقول: قد رأیت عبدالرحمن بن عوف یدخل الجنة حبواً، فبلغ ذلك عبدالرحمن فقال: إن استطعت لأدخلنّها قائماً، فجعلها بأقتابها وأحمالها في سبیل الله عزوجل."

"سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تشریف فرما تھیں کہ اس دوران انہوں نے مدینہ میں ایک آواز سنی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو انہیں بتلایا گیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ ہے جو ملک شام سے لوٹا ہے، جس میں سات سو اونٹ تھے، جو بہت سی چیزوں سے لدھے ہوئے تھے۔ (اس کی) آواز سے مدینہ لرز اٹھا، پس سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ: میں عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہو رہے ہیں۔ پس یہ (خبر) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میرے لئے ممکن ہوا تو میں ضرور کھڑا ہو کر جنت میں داخل ہوں گا، پس آپ نے وہ سارے (اونٹ) ان کے پالان، ان کے لدان (یعنی تمام ساز و سامان) سمیت اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔" (کذب منکر) [یہ منکر اور جھوٹا قصہ ہے۔]

اس روایت کو امام احمد نے اپنی مسند (ج ۶ ص ۱۱۵ ح ۲۵۳۵۳/۲۴۸۴۲) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۲۹ ح ۲۶۴) اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابۃ (ج ۱ ص ۳۱) میں عمارۃ بن زاذان عن ثابت البناني عن أنس بن مالک رضي اللہ عنہ کی سند سے ذکر کیا ہے۔ میں (فوزی) کہتا ہوں: اس کی سند میں "عمارہ بن زاذان" ہے اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا: منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم الرازی نے فرمایا: لا یحتج بہ، اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔، دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے۔، بخاری نے فرمایا: اکثر اوقات یہ اپنی حدیث میں مضطرب ہوتا ہے اور الساجی نے فرمایا: اس میں ضعف ہے، یہ کچھ نہیں اور نہ ہی

حدیث میں قوی ہے۔

دیکھئے ۔تہذیب التہذیب (ج ۷ص ۳۶۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ص ۲۰۳) عقیلی کی الضعفاء الکبیر (ج ۳ص ۳۱۵) اور ابن عبدالہادی کی بحرالدم (ص ۳۱۰)

ابن الجوزی نے کہا: احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث منکر اور جھوٹ ہے [امام احمد سے یہ قول باسند صحیح ثابت نہیں ہے/ادارہ الحدیث] ،عمارہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو حاتم الرازی نے کہا کہ عمارہ سے حجت نہیں لی جاتی اور اس روایت کو الجراح بن منہال نے اپنی سند سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! بے شک تم مالدار لوگوں میں سے ہو، تم جنت میں داخل نہیں ہو گے مگر سرین کے بل سرکتے ہوئے، تم اپنے رب کو قرض دو وہ تمہارے دونوں قدموں کو آزاد کردے گا۔

امام نسائی نے کہا: یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور ''الجراح'' (راوی) متروک الحدیث ہے، یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''جراح'' کی حدیث کچھ نہیں (یعنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی) ابن المدینی نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی نہ جائے ،ابن حبان نے فرمایا: یہ جھوٹ بولتا تھا دارقطنی نے فرمایا: ابن اسحٰق نے اس سے روایت کی اور (تدلیس کرتے ہوئے) اس کے نام کو الٹ پلٹ دیا اور کہا: منہال بن الجراح (جب کہ فی الحقیقت اس کا نام الجراح بن منہال) اور یہ متروک ہے۔

ابن حجر نے القول المسدد (ص ۲۸) میں فرمایا : جو کچھ میں سمجھتا ہوں، کلام میں وسعت کی گنجائش نہیں پس ہمارے لئے امام احمد کی یہ گواہی کافی ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، اس کا اولین محمل یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جن کے متعلق امام احمد نے فرمایا کہ یہ روایت لائق بیان نہیں اور جھوٹی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۷ص ۱۶۴) میں فرمایا: عمارہ بن زاذان الصیدلانی نے اس (حدیث کو بیان) کرنے میں تفرد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (مؤلف کا بیان ختم ہوا)

عرضِ مترجم:

یہ قصہ موضوع ہے، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے متعلق اس قصہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہت زیادہ مال ومتاع کی وجہ سے یہ بات بیان فرمائی۔

حالانکہ مال کا جمع کرنا بشرطیکہ اس مال کی زکوۃ ادا کی جاتی ہو اس میں سے اللہ کی راہ میں بھی خرچ کیا جاتا ہو تو قطعاً معیوب نہیں۔

نیز ہم کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرما دیں اور وہ اس کے برعکس کوشش کرنے لگیں۔ لیکن اس قصہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایسی کوشش کی یا ایسا خیال کیا اور اسے ممکن جانا۔ ان کی شانِ صحابیت سے قطعاً مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ أعلم

چوتھا قصہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا الرصافۃ کی مسجد والا قصہ

”احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہما نے الرصافۃ کی مسجد میں نماز ادا کی تو ایک قصہ گو واعظ کھڑا ہوا اور کہا ہم سے حدیث بیان کی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے (معمر سے اُس نے) قتادہ سے اور قتادہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا:

” من قال لا إله إلا الله، خلق الله (من) كل كلمة منها طيراً منقاره من ذهب وريشه من مرجان.....“

”کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا: اللہ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے اس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور اس کا پر مرجان کا اور... لگا رہا ایک طویل قصہ بیان کرنے میں.... پس احمد بن حنبل یحییٰ کی طرف اور یحییٰ امام احمد کی طرف (حیرت سے) دیکھنے لگے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

کیا آپ نے اس سے یہ روایت بیان کی ہے؟ تو امام احمد نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم میں نے تو یہ روایت بیان نہیں کی۔ پس جب وہ قصہ گو فارغ ہوا اور ایک جگہ لی (یعنی وہ کسی جگہ جا بیٹھا) تو امام یحییٰ نے فرمایا۔۔۔(اور بتاؤ) تم سے یہ قصہ کس نے بیان کیا؟ میں ابن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل اگر (تمہارے لئے) جھوٹ بولنا ضروری ہی تھا تو ہمارے علاوہ کسی اور پر ہی بول دیتے (ہم پر یہ ظلم کیوں)؟ تو اس قصہ گو نے کہا: آپ یحییٰ بن معین ہیں؟ فرمایا: ہاں، تو اس نے کہا: میں سنتا چلا آیا تھا کہ آپ احمق ہیں پس اس گھڑی میں نے جان لیا۔ (آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں) گویا دنیا میں کوئی اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہے ہی نہیں۔ جب کہ میں نے ان کے علاوہ سترہ (۱۷) احمد بن حنبل نامی راویوں سے روایات لکھی ہیں، پس (یہ سن کر) احمد بن حنبل نے اپنی آستین اپنے چہرہ پر ڈال دی اور فرمایا: چھوڑ دو، اسے کھڑے ہونے دو۔ تو وہ اس طرح کھڑا ہوا گویا کہ ان کا مذاق اڑا رہا ہو۔" [یہ موضوع، من گھڑت اور خود ساختہ قصہ ہے۔]

اس قصہ کو ابن الجوزی نے الموضوعات (ج ۱ ص ۴۶) اور القصاص والمذکرین (ص ۳۰۴) میں ابن حبان نے الضعفاء (ج ۱ ص ۷۵) اور حاکم نے المدخل الی کتاب الاکلیل (ص ۵۷) میں "عن إبراهيم بن عبدالواحد الطبري قال: سمعت جعفر بن محمد الطيالسي يقول....." کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی یہ سند وضع کردہ ہے۔ اس میں ابراہیم بن عبدالواحد الطبری حدیث کے وضع کرنے سے متہم ہے۔ دیکھئے الحلبی کی الکشف الحثیث (ص ۳۹) ذہبی نے میزان میں اس کے ترجمہ (حالات) میں فرمایا: میں نہیں جانتا یہ ہے کون؟ ایک منکر حکایت لایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ روایت گھڑی ہے۔ یہ احمد بن حنبل اور ابن معین کا الرصافۃ کی مسجد میں نماز پڑھنے والی کہانی ہے۔ اس قصے کو سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں (ج ۲ ص ۳۴۶) میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۷۹) میں

ذکر کیا ہے۔

عرضِ مترجم:

یہ قصہ اپنی تمام تر شناعتوں اور واضح کمزوریوں اور بودھے پن کے باوجود علم حدیث کی کتب اور طلباء و مدرسینِ حدیث کے درمیان بڑا ہی مشہور و معروف ہے۔ بہت سے سادہ لوح لوگ بغیر کسی رد و قدح کے اس کو بیان بھی کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر جب وہ وضعِ حدیث (حدیث گھڑنے) کے موضوع پر کلام فرماتے ہیں۔ خود اس ناکارہ کو بھی بعض اہلِ علم سے اس کے سننے کا اتفاق ہوا ہے۔

اس قصہ کا من گھڑت ہونا اس قدر واضح ہے کہ معمولی سوچ بچار سے بھی با آسانی سمجھ آ جاتا ہے۔ اس قصہ پر غور کیجئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علمِ حدیث کے دو چوٹی کے علما امام یحیٰی بن معین و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما ایک احمق کذاب کے مقابلے میں بالکل ساکت و لاجواب ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے اور وہ احمق ان کا مذاق اڑاتا چلا گیا۔

حالانکہ علم حدیث کا ادنیٰ طالب علم اور کتبِ جرح و تعدیل اور اسماء الرجال پر سرسری نظر رکھنے والا بھی بخوبی اس بات سے واقف ہے کہ ایک جیسے نام اور ابنیت والے کئی ایک راوی ہیں لیکن ان میں سے کسی کو کنیت، کسی کو نسب کسی کو قوم قبیلہ اور کسی کو اس کے وطن یا شہر وغیرہ کی طرف نسبت کے ذریعے سے پہچانا جاتا ہے، نیز اساتذہ و شاگردوں کے ذریعے سے بھی ان کا تعین ایک عام طریقہ ہے۔

کیا یہ چوٹی کے محدثین اس سے واقف نہ تھے! یہ کیسے ہو سکتا ہے! یقیناً اگر ایسا ہوتا تو یہ محدثین اس احمق کذاب سے مختلف سوالات کے ذریعے سے اس دوسرے یحیٰی بن معین اور احمد بن حنبل کا تعین کرواتے پھر اس کی حقیقت بھی اسے بتاتے اور اس طرح اس کا منہ بند کرا کے لوگوں تک اس کی من گھڑت روایات کی حقیقت پہنچاتے لیکن اذ الیس فلیس۔

معلوم ہوتا ہے کہ کذاب راویوں نے محدثین کرام کے خلاف اس قسم کے جھوٹے قصے گھڑ کے علم حدیث کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن علم حدیث کی بنیادیں اس قدر مضبوط ہیں کہ ایسے ہزاروں احمقوں کی کوششیں بھی اسے ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا

سکیتیں۔صدیوں پر محیط لٹریچر اس پر کافی وشافی دلیل ہے۔ والحمد للہ

پانچواں قصہ: سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ

رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے سال خندق کے لئے نشان لگائے یہاں تک کہ آپ "المذاذ" مقام تک پہنچے پس آپ ﷺ نے ہر دس افراد کے لئے چالیس گز مقرر کئے۔

مہاجرین وانصار سیدنا سلمان فارسی ﷺ کے متعلق بحث کرنے لگے، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طاقت ور آدمی تھے۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمان (رضی اللہ عنہ) ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا کہ وہ ہم میں سے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سلمان ہم میں سے ہیں، ہمارے اہل بیت ہیں" [سخت ضعیف روایت ہے]

اسے حاکم نے المستدرک (ج ۳ ص ۵۹۸) الطبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۲۱۲) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۴ ص ۸۲) ابونعیم نے اخبار اصبہان (ج ۱ ص ۵۴) بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۳ ص ۴۱۸) ابوالشیخ نے طبقات المحدثین (ج ۱ ص ۲۰۵) اور الطبری نے (تفسیر ج ۱۱ ص ۱۳۳، تاریخ ج ۲ ص ۹۱، ۹۲) میں "کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزني عن أبیہ عن جدہ" کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کو ذکر کیا۔

یہ سند کمزور ہے، اس میں "کثیر بن عبداللہ المزنی" ہے۔

امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا۔ امام ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں۔ ابوحاتم نے فرمایا: یہ متین (مضبوط) نہیں، امام نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں، امام شافعی و امام ابوداود نے فرمایا کہ یہ جھوٹ کا ایک رکن ہے۔ دارقطنی اور ان کے علاوہ دیگر (محدثین) نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے، ابن حبان نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ذہبی نے فرمایا: کمزور راوی ہے۔ [دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۳۷۷) فتح الباری (ج ۵ ص ۱۹) تاریخ امام عثمان بن سعید الدارمی (ص ۱۹۵) کتاب المجروحین لابن حبان (ج ۲ ص ۲۲۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۲۳) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۲۶) انہی کی الکاشف (ج ۳ ص ۵) انہی کی المجرد (ص ۲۶۱) ابن عبدالہادی کی بحر الدم (ص ۳۵۶)

جوزجانی کی ''احوال الرجال'' (ص ۱۳۸) دارقطنی کی ''المؤتلف والمختلف'' (ج ۱ ص ۳۲۷) امام ابن معین کی ''التاریخ'' (ج ۳ ص ۱۴۴) ابن قطلو بغا کی ''من روی عن أبیہ عن جدہ'' (یعنی: جس نے اپنے والد سے اور والد نے دادا سے روایت کی) (ص ۵۱۳) ابن الجنید کی ''سوالات'' (ص ۴۶۹)]

المناوی نے فیض القدیر (ج ۴ ص ۱۰۶) میں اسی راوی کی وجہ سے اس روایت کو معلول قرار دیا اور کہا: حافظ ذہبی نے قطعی طور پر اس سند کا ضعف بیان کیا اور الہیثمی نے فرمایا: اس روایت کی سند میں طبرانی کے ہاں ''کثیر بن عبداللہ المزنی'' ہے جسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ انتہی

علامہ البانی نے الجامع (۳۱۸) میں فرمایا: ''ضعیف جداً'' سخت ضعیف روایت ہے۔ الذہبی نے اس کثیر المزنی کی سند سے اس روایت کو السیر (ج ۱ ص ۵۴۰) میں اور ابن الجوزی نے ''صفۃ الصفوۃ'' (ج ۱ ص ۵۳۵) میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو العجلونی نے بھی ''ضعیف'' قرار دیا جیسا کہ ''کشف الخفاء'' (ج ۱ ص ۵۵۸) میں ہے۔ اس حدیث کا ایک ''شاہد'' (تائیدی روایت) ہے جو ابوالشیخ نے ''طبقات المحدثین'' (ج ۱ ص ۲۰۴) میں اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند (ج ۱۲ ص ۱۴۲) میں طوالت سے "النضر بن حمید عن سعد الأسکاف عن أبي جعفر محمد بن علي عن أبیه عن جده أن النبي ﷺ قال: سلمان منا أهل البیت" کی سند سے بیان کیا ہے۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

1. النضر بن حمید الکندی ہے اس سے متعلق ابوحاتم نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔
2. سعد بن طریف الاسکاف متروک راوی ہے، ابن حبان نے اسے وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا۔ یہ رافضی تھا جوزجانی نے فرمایا: یہ مذموم راوی تھا۔

حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان (ج ۵ ص ۳۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۱۷۵)

ابن حجر کی التقریب (ص ۲۳۱) جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۵۸) اور ابن الجنید کی ''سوالات'' (ص ۳۳۲)

ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۱۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اس کی سند میں النضر بن حمید الکندی ہے اور وہ متروک ہے۔ انتہیٰ

ابن حجر نے المطالب العالیہ (ج ۴ ص ۸۳، ۸۴) میں اسے ذکر کیا اور کہا کہ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

اس کا ایک موقوف شاہد بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۴ ص ۱۴۸) ابن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ'' (ج ۴ ص ۸۵) (یعقوب بن سفیان) الفارسی نے المعرفۃ والتاریخ (ج ۴ ص ۵۴۰) اور ابونعیم نے اخبار اصبہان (ج ۱ ص ۵۴) میں ابوالبختری کی سند سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا: ہمیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دیں تو آپ نے فرمایا: (سلمان رضی اللہ عنہ) نے اول و آخر کا علم پالیا، وہ ایسا سمندر ہیں کہ جس کی گہرائی لا محدود ہے اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

اس کی بھی سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا جیسا کہ ابوحاتم وغیرہ نے بتایا ہے لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

حوالے: دیکھئے ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۶۸) اور العلائی کی جامع التحصیل (ص ۱۸۳)

ابن حجر نے تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۶۵) میں ابوالبختری کے احوال میں بیان فرمایا: کہ ابن سعد نے کہا: یہ ابن الاشعث کے ساتھ ۸۳ھ میں قتل ہوئے، یہ کثیر الحدیث تھے اپنی حدیث میں ارسال کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے جب کہ ان میں سے اکثر سے ان کا سماع ثابت نہیں، پس ان کی جو احادیث سماع پر محمول ہیں تو وہ حسن ہیں، اور جس میں سماع کا ثبوت نہیں تو وہ ضعیف ہیں۔ انتہیٰ

(چونکہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو سماع ثابت نہیں اس لئے یہ واقعہ بھی ضعیف ہے/ مترجم)

طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۲۱۳) میں اسے "إبراهيم بن يوسف الصيرفي: ثنا علي بن عابس عن الأعمش عن عمرو بن مرة وإسماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم قال: سئل علي بن أبي طالب" کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اور اس کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت: (یعنی وجہِ ضعف): علی بن عابس الاسدی ہے اس کے متعلق ابن معین نے فرمایا: لیس بشيء، یہ کچھ بھی نہیں، النسائی....، ابن عدی اور ابن حجر نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث اور کمزور راوی ہے۔ ابن حبان نے فرمایا: اس کی غلطیاں حد سے بڑھی ہوئی ہیں اس لئے یہ روایت میں "ترک" کا مستحق ہے یعنی اس کو ترک کر دیا جائے اس سے روایت نہ لی جائے اور الساجی نے فرمایا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

دوسری علت: ابراہیم بن یوسف الصیرفی ہیں، جو کہ صدوق ہیں لیکن اس میں کچھ ضعف ہے۔

[تنبیہ: ابراہیم بن یوسف الصیرفی صدوق حسن الحدیث ہے۔ جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس پر ابو عبدالرحمٰن الفوزی کی جرح غیر مقبول ہے/ حافظ زبیر علی زئی]

تیسری علت: الاعمش سلیمان بن مہران الاسدی ہیں اور یہ مدلس ہیں اس روایت کو انہوں نے عن سے بیان کیا اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

[حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/۲۲۴) میں اعمش کے ترجمہ میں کہا کہ" وہ مدلس ہیں اور کبھی کبھی ضعیف سے بھی تدلیس کرتے تھے، پس جب حدثنا کہیں تو اس پر کوئی کلام نہیں ہے۔ جب عن کہیں تو تدلیس کا احتمال ہے۔"]

حوالے: دیکھئے ابن حجر کی تہذیب (ج ۷ ص ۳۰۱) اور انہی کی تقریب (ص ۵۹، ۲۵۴) اور تعریف اہل التقدیس (ص ۶۷) سیوطی کی اسماء المدلسین (ص ۹۸) اور ابن العجمی کی التبیین لاسماء المدلسین (ص ۳۱) اور المقدسی کی قصیدۃ فی المدلسین (ص ۴۸) الانصاری کی الاتحاف (ص ۴۹)

اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۲ ص ۲۱۳) میں بھی روایت کیا ہے، اسی طرح

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱ص ۱۸۷) میں "حبان بن علي: ثنا عبدالملک بن جریج عن أبي حرب بن أبي الأسود عن أبیه وعن رجل عن زاذان الکندي" کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے... (پھر اسے ذکر کیا)

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: حبان بن علی العنزی ہیں۔

اس کے متعلق امام ابن معین نے فرمایا: اس کی حدیث کچھ بھی نہیں۔ جوزجانی نے فرمایا: حدیث میں کمزور راوی تھا۔ نسائی و دارقطنی نے فرمایا: ضعیف تھا امام بخاری نے فرمایا: یہ محدثین کے نزدیک قوی نہ تھا، اور ابن حبان نے کہا: یہ کھلی غلطیاں کرنے والا تھا، اس کے معاملے میں توقف ضروری ہے۔

دوسری علت: عبدالملک بن جریج مدلس ہیں انہوں نے (بشرط صحت) اس روایت کو عن سے بیان کیا اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

حوالے: دیکھئے ابن حبان کی کتاب المجروحین (ج ۱ص ۲۶۱) ابن حجر کی تقریب (ج ۱ص ۱۶۹، ۳۶۳) و تعریف اہل التقدیس (ص ۹۵) جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۷۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ص ۱۸۷) ابن الجنید کے سؤالات (ص ۲۸۳، ۴۶۲) دارقطنی کی الضعفاء (ص ۱۸۷) نسائی کی الضعفاء (ص ۸۹) امام بخاری کی التاریخ الکبیر (ج ۳ص ۸۸) اور انہی کی الضعفاء الصغیر (ص ۷۶) ابن العجمی کی التبیین لاسماء المدلسین (ص ۱۰۱) المقدسی کا قصیدۃ فی المدلسین (ص ۴۹) الانصاری کی الاتحاف (ص ۳۷) خطیب بغدادی نے اسے "الموضح" (ج ۱ص ۲۶۲) میں بطریق "أبو علي الحسن بن الحسین بن العباس النعالي: أخبرنا سعد بن محمد بن إسحاق الصیرفي: حدثنا الحسین بن عمر الثقفي: حدثنا مسروق بن المرزبان: حدثنا شریک عن عثمان بن أبي زرعۃ عن سالم بن أبي الجعد قال: سئل علي بن أبي طالب" روایت کیا۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی چار علتیں ہیں:

پہلی علت: الحسن بن الحسین بن العباس النعالی...

دوسری علت: شریک بن عبداللہ القاضی ہیں۔ یہ سیئ الحفظ تھے یعنی سُوءِ حافظہ کا شکار تھے۔
تیسری علت: سالم بن ابی الجعد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔
چوتھی علت: مسروق بن المرزبان ہے: اس سے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: یہ قوی نہیں ہے۔
حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان الاعتدال (ج۴ ص۹۸) انہی کی الکاشف (ج۳ ص۱۲۱) ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل (ج۸ ص۳۹۷) خطیب کی تاریخ بغداد (ج۷ ص۳۰۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج۳ ص۱۱۶) ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص۷۰) اور العلائی کی جامع التحصیل (ص۱۷۹)

چھٹا قصہ: خالد بن عبداللہ القسری کا الجعد بن درہم کے ساتھ قصہ

"میں خالد بن عبداللہ القسری کے پاس عیدالاضحیٰ کے دن واسط (مقام) پر حاضر ہوا تو خالد القسری نے کہا: لوٹ جاؤ اور قربانی کرو اللہ تعالیٰ تم سے (تمہارا یہ عمل) قبول فرمائے، یقیناً میں تو جعد بن درہم کی قربانی کرنے والا ہوں (یعنی اس کو ذبح کروں گا اس لئے کہ) اس کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (اپنا) خلیل نہیں بنایا تھا اور نہ ہی سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے جو جعد بن درہم کہتا ہے، بہت زیادہ بلند ہے (یہ اس کا اللہ پر جھوٹ ہے) پھر وہ اترے اور انہوں نے جعد بن درہم کو ذبح کیا۔"

[سخت ضعیف قصہ ہے]

تخریج: اس روایت کو امام بخاری نے التاریخ (ج۲ ص۶۴) خلق افعال العباد (ص۱۲) بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج۱۰ ص۲۰۵) اور "الاسماء والصفات" (ص۳۵۰) دارمی نے الرد علی الجہمیۃ (ص۱۷) اور الرد علی المریسی (ص۱۱۸) اللالکائی نے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (ج۲ ص۳۱۹) الآجری نے الشریعۃ (ص۹۷، ۳۲۸) المزی نے تہذیب الکمال (ق۱/۳۱۹) میں اور (محدث) النجاد نے "الرد علی من یقول القرآن مخلوق" (ص۵۴) میں "القاسم بن محمد: ثنا عبدالرحمٰن بن محمد بن حبیب عن أبیہ عن جدہ قال" کی سند

سے روایت کیا اور یہ قصہ ذکر کیا۔

[تنبیہ: ''شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ'' کے نام سے، لالکائی سے منسوب کتاب باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب کا بنیادی راوی احمد بن علی بن الحسین بن زکریا الطریثیثی سخت ضعیف و مجروح راوی ہے۔ محدث ابو طاہر السلفی نے اس کی توثیق کی ہے لیکن شجاع الذہلی، ابو القاسم بن السمرقندی وغیرہما جمہور نے اس پر جرح کی ہے۔ محمد بن ناصر اسے کذاب سمجھتے تھے۔ دیکھئے (لسان المیزان ج ا ص ۲۲۷، ۲۲۸)

لہٰذا اس غیر ثابت کتاب سے اصول میں استدلال کرنا صحیح نہیں ہے/ زبیر علی زئی]

اس کی سند سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن محمد ہیں جو صرف '' مقبول (یعنی مجہول الحال مستور)'' راوی ہیں جیسا کہ ابن حجر کی التقریب (ص ۳۴۹) میں ہے اور مقبول کی روایت متابعت میں تو قابل قبول ہوتی ہے لیکن تفرد کے وقت (یعنی مقبول راوی جب اپنی روایت میں منفرد ہو) جیسا کہ اس روایت میں ہے تو یہ (راوی) لین الحدیث (ضعیف راوی) ہے جیسا کہ (تقریب کے) مقدمہ (ج ا ص ۴۷) میں ابن حجر نے لکھا ہے۔ ذہبی نے فرمایا: یہ پہچانا نہیں جاتا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۹۹)

دوسری علت: محمد بن حبیب ہے، یہ مجہول راوی ہے جیسا کہ ابن حجر کی تقریب التہذیب (ص ۴۷۳) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۴۲۸) میں لکھا ہوا ہے۔

اس روایت کو ابن ابی حاتم نے الرد علی الجہمیۃ میں روایت کیا، جیسا کہ حافظ ذہبی کی کتاب العلو (المختصر ص ۱۳۴) میں بطریق " عيسى بن أبي عمران الرملي: حدثنا أيوب بن سويد عن السري بن يحيى قال: خطبنا خالد القسري :" کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کا ذکر کیا۔

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اور اس کی بھی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عیسیٰ بن ابی عمران الرملی ہے۔ ابن ابی حاتم نے رملہ (مقام) پر اس سے (روایات) لکھیں، جب ان کے والد ابو حاتم نے اس کی حدیث کو دیکھا تو فرمایا: ''اس کی

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سچا نہیں، تو اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا۔
دیکھئے الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۲۸۴) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۳۹)
دوسری علت: ایوب بن سوید ہے اس کے متعلق عبداللہ بن المبارک نے فرمایا: اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ کچھ نہیں ہے یہ حدیثیں چوری کرتا تھا۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین اس کے متعلق کلام کرتے تھے۔ جوزجانی نے فرمایا: واہی الحدیث (حدیث میں کمزور ہے) امام احمد، الساجی اور ابوداود نے فرمایا: ضعیف ہے، نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابو حاتم نے فرمایا: لین الحدیث۔
حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۳۵۴) میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۸۷) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ ص ۱۳۰) سؤالات ابن الجنید (ص ۴۰۷) امام ذہبی کی الکاشف (ج ۱ ص ۹۳) ڈاکٹر نجم عبدالرحمٰن کی "معجم الجرح والتعدیل لرجال السنن الکبریٰ (ص ۲۲) اور جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۱۵۵) تاریخ ابن معین (ج ۴ ص ۴۵۱) ابن عبدالہادی کی بحرالدم (ص ۷۷) ابن عدی کی الکامل (ج ۱ ص ۳۵۱)

ساتواں قصہ: سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا ثعلبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر تعجب! اے ثعلبہ تھوڑا مال کہ جس پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے بہتر ہے اس بہت زیادہ مال سے کہ جس پر (شکر ادا کرنے کی) تو طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہونا چاہتا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں اللہ سے اس بات کا سوال کروں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونے چاندی کا بنا دے تو یہ بن جائیں۔

ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) پھر لوٹ کر آپ کی طرف آئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور دیا کروں گا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے

فرمایا: اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما، اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما، اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما۔

(راوی نے) کہا کہ ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں، تو وہ اس طرح نشو ونما پائیں جس طرح کہ کیڑے مکوڑے نشو ونما پاتے ہیں، (یہ بکریاں اس قدر بڑھ گئیں) کہ مدینہ کی جگہ ان کے لئے تنگ ہوگئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے۔

پھر وہ انہیں لے کر مدینہ سے کچھ دور چلے گئے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے پھر ان بکریوں کی طرف چلے جاتے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی چراگاہیں ان پر تنگ ہوئیں تو وہ ان بکریوں کو لے کر کچھ اور دور چلے گئے پھر صرف جمعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور پھر ان بکریوں کی طرف نکل جاتے، پھر وہ بکریاں کچھ اور زیادہ ہوئیں تو وہ اور بھی دور چلے گئے انہوں نے باجماعت نماز اور جمعہ ترک کر دیا (کبھی کبھی قافلے گزرتے) تو وہ سوار لوگوں سے ملتے اور پوچھتے کہ تمہارے پاس دین کی باتوں میں سے (کوئی نئی بات) ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾

"آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کا تزکیہ کیجئے۔" (۹/التوبۃ:۱۰۳)

تو رسول اللہ ﷺ نے صدقات جمع کرنے کے لئے انصاریوں میں سے ...... اور بنی سلیم کے ایک شخص (رضی اللہ عنہم) کو مقرر فرمایا۔ اور انہیں آپ ﷺ نے صدقات (یعنی زکوٰۃ) کی سنت اور احکامات لکھوا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں سے صدقات (زکوٰۃ) وصول کریں اور ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھی جائیں اور ان سے ان کے مال کی زکوٰۃ وصول کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی تحریر دکھائی، ثعلبہ نے فرمایا: تم لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرلو جب ان سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آجانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (جب وہ آئے) تو ثعلبہ

(رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ (زکوٰۃ کا وصول کرنا) تو جزیہ ہی کا بھائی ہے (یعنی جزیہ کی قسم ہے) تو وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے چل پڑے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملے [اور انہیں یہ بات بتلا دی کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) تو یہ کہتے ہیں] تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر (یہ آیت) نازل فرمائی:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

"اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا تو ہم ضرور صدقات دیں گے۔ (یکذبون) تک۔ یعنی۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (۹/ التوبۃ: ۷۵۔۷۷)

تو کہا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے ایک قریبی انصاری صحابی سوار ہوئے اور ان تک پہنچے اور ان سے کہا۔

"تیرا ناس ہو! اے ثعلبہ! تُو تو ہلاک ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن مجید میں یہ یہ نازل فرمایا ہے۔"

پس ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) اپنے سر پر خاک ڈالتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئے: اے اللہ کے رسول! اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) (لیکن) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (انہیں زکوٰۃ دی) اور کہا کہ: اے ابوبکر! آپ میری قوم کا میرے متعلق رویہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرے تعلق کو جانتے ہیں، میری زکوٰۃ قبول کیجئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے (دورِ خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی وصول کرنے سے انکار کر دیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے (دورِ خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر سیدنا
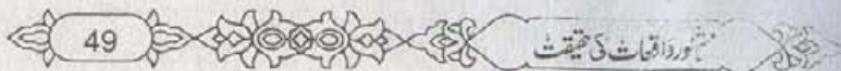
عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ثعلبہ فوت ہو گئے۔

[یہ روایت من گھڑت ہے]

تخریج: اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۲۶۰/ ''الاحادیث الطوال'' المعجم الکبیر ج ۵ ص ۲۲۵) ابو نعیم نے ''معرفۃ الصحابۃ'' (ج ۳ ص ۲۷۲) طبری نے اپنی تفسیر (ج ۱۴ ص ۳۷۰) ابن اثیر نے ''اسد الغابۃ'' (ج ۱ ص ۲۸۴) بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں (ج ۵ ص ۲۸۹) الواحدی نے اسباب النزول (ص ۲۹۰) ابن عبد البر نے ''الاستیعاب'' (ج ۲ ص ۳۱۲) میں مختصراً، بغوی نے اپنی تفسیر (ج ۲ ص ۳۱۲) اور ابن حزم نے مختصراً المحلّٰی (ج ۱۱ ص ۲۰۸) میں مختلف سندوں سے ''عن معان بن رفاعۃ عن أبي عبد الملک علي بن یزید الألهاني عن القاسم بن عبد الرحمن عن أبي أمامۃ الباهلي عن ثعلبۃ بن حاطب'' کی سند سے اس قصہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ سند انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: معان بن رفاعۃ السلامی ہے جو لین الحدیث (ضعیف) ہے اور بہت زیادہ ارسال کرتا ہے۔

دوسری علت: علی بن یزید الالہانی ہے اس پر شدید جرح ہے۔

امام بخاری نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے دار قطنی، البرقی اور الازدی نے اسے متروک قرار دیا۔ اور ابو حاتم نے فرمایا: یہ ضعیف ہے، اس کی احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے فرمایا کہ متروک راوی ہے۔ اور ابو زرعہ نے فرمایا کہ یہ قوی نہیں، ابو نعیم نے فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ حاکم نے فرمایا: ذاھب الحدیث (حدیث میں گیا گزرا ہے) جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے بہت سے ائمہ کرام کو دیکھا کہ وہ اس کی احادیث جو یہ روایت کرتا ان کا انکار کرتے تھے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب (ج ۷ ص ۳۴۶) تقریب (ج ۲ ص ۵۳۷) فتح الباری (ج ۱۰ ص ۵۴۰) میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۲۰۰) اور جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۱۶۵)

ابن حزم نے المحلی (ج ۱۱ص ۲۰۸) میں اس حدیث کو سند مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "وھذا باطل بلا شك" بلاشبہ یہ باطل قصہ ہے۔

علامہ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ۳ص ۳۷۲) میں فرمایا "طبرانی نے ضعیف سند سے اس کو روایت کیا۔" حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث الکشاف (ص ۷۷) میں اسی سند مذکور کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: "وھذا إسناد ضعیف جداً" یہ سخت ضعیف سند ہے۔

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۷ص ۳۲) میں اس قصہ کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اس کی سند میں علی بن یزید الالہانی ہے اور وہ متروک ہے۔ الخ

اس روایت کو طبری نے اپنی تفسیر میں (ج ۱۴ص ۳۷۰) اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" (ج ۵ص ۲۸۹) میں "محمد بن سعد قال: حدثني أبي قال: حدثني عمي الحسین بن الحسن بن عطیة قال: حدثني أبي عن أبیه عطیة بن سعد عن ابن عباس" کی سند سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ کے متعلق فرمایا کہ انصاریوں میں سے ایک شخص تھے انہیں ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کہا جاتا تھا، ایک مجلس میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو میں ہر حقدار کو اس کا حق دوں گا، صدقہ کروں گا اور رشتہ داروں کو بھی دوں گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا اور انہیں مال عطا فرمایا، پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی، پس اللہ تعالیٰ ان کی اس وعدہ خلافی پر ان سے ناراض ہوا، تو اللہ نے ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے قرآن میں یہ فرمایا کہ "وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ" الآیة اِلٰی قَوْلِهٖ: (یَکْذِبُوْنَ)

مؤلف نے کہا: اس کی سند انتہائی تاریک ہے (اور) ضعف کی کئی وجوہات کے ساتھ مسلسل ہے۔

پہلی علت: محمد بن سعد العوفی ہیں ان کے متعلق خطیب نے فرمایا: حدیث میں کمزور تھا۔

دوسری علت: اس کا والد ہے، امام احمد نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ "جہمی" ہے، اور فرمایا

کہ یہ ایسے لوگوں میں سے نہیں کہ اس سے روایت لکھنے میں تساہل برتا جائے نہ ہی اس کا یہ مقام ہے، اس بات کو خطیب نے بیان فرمایا۔

تیسری علت: الحسین بن الحسن بن عطیہ العوفی ہے، اسے یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا، ابن حبان نے فرمایا: ایسی روایتیں بیان کرتا ہے جن پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی، اس کی روایت سے حجت لینا جائز نہیں، ابو حاتم نے اسے ضعیف الحدیث قرار دیا، اور جوزجانی نے فرمایا: واہی الحدیث ہے، نسائی نے ضعیف کہا، ابن سعد نے فرمایا: اس نے بہت سی احادیث سنی ہیں، حدیث میں ضعیف تھا۔

چوتھی علت: الحسن بن عطیہ العوفی ہے، اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ضعیف الحدیث، بخاری نے فرمایا: یہ کچھ نہیں، ابن حبان نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کی احادیث میں مصیبت خود اس کی طرف سے ہے یا اس کے والد کی طرف سے یا ان دونوں ہی کی طرف سے ہے کیونکہ اس کے والد حدیث میں کچھ بھی نہیں، پس یہیں سے اس کا معاملہ مشتبہ ہوتا ہے اس کو ترک کر دینا لازم ہے، ابن حجر نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

پانچویں علت: عطیہ بن سعد العوفی ہے، اسے ثوری نے ضعیف قرار دیا، اسی طرح ہشیم، یحییٰ بن معین، احمد، (ابو حاتم) الرازی، النسائی، ابن عدی، ابو زرعہ، الذہبی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا۔

حوالے: ابن حجر کی فتح الباری (ج ص ۲۱۲ و ج ۱۲ ص ۳۰۵ و ج ۱۳ ص ۱۰۲) تہذیب (ج ۲ ص ۲۵۵، ج ۷ ص ۲۰۰) تقریب (ج ۱ ص ۱۶۲) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۱۸۰) ابن حبان کی کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۲۳۴) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۲۶) عقیلی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۳۵۹) اور ابن عدی کی الکامل (ج ۵ ص ۲۰۰۷)

ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قصہ باطل و محض من گھڑت ہے، اہل علم نے بیان کیا کہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ جلیل القدر بدری صحابی ہیں، اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لا يدخل النار أحد شهد بدراً أو الحديبية " بدر و حدیبیہ میں شامل ہونے والا کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم، عن جابر رضی اللہ عنہ

: ح ۲۳۹۵ بلفظ آخر)

[تنبیہ: صحیح مسلم میں فوزی کے بیان کردہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ صحیح مسلم میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: " لا یدخلها فإنه شهد بدراً والحديبية " وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ بے شک وہ بدر اور حدیبیہ میں شامل تھا۔]

اور نبی ﷺ نے اپنے رب عز وجل کا کلام بیان کرتے ہوئے فرمایا: '' اِعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم '' (اے اہل بدر) تم جو چاہو عمل کرو یقیناً میں تمہاری بخشش کر چکا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۰۰۷ و صحیح مسلم: ۲۴۹۴)

اب جو اس مقام و مرتبہ پر فائز ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس طرح اس کے دل میں نفاق باقی چھوڑ سکتا ہے؟

عرضِ مترجم: جلیل القدر بدری صحابی سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ سے متعلق اس گھڑے ہوئے واقع کی اسنادی حیثیت آپ کے سامنے ہے، الشیخ یوسف بن محمد بن ابراہیم العتیق فرماتے ہیں:

اس کے متن میں بھی نکارت پائی جاتی ہے جس کی تلخیص دو حصوں میں پیش کرتا ہوں:

اول: یہ قصہ قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ کے بھی مخالف ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید و سنت رسول ﷺ میں توبہ کرنے والے کی توبہ کی قبولیت وارد ہوئی ہے۔ اس وقت تک کہ جب تک توبہ کرنے والا سکرات کے عالم میں نہ آجائے اور جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو جائے جبکہ اس قصہ سے اس کے برعکس یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے ان کی توبہ کو قبول نہ کیا۔

دوم: یہ قصہ احادیث ثابتہ کے بھی خلاف ہے۔ بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنگل میں چرنے والے ہر چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون واجب ہے اور اپنی جگہ سے اونٹ علیحدہ علیحدہ نہ کئے جائیں جو شخص اجر و ثواب کی نیت سے زکوۃ ادا کرے گا اس کو تو ثواب ملے گا اور جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرے گا تو ہم اس شخص سے زکوۃ بھی وصول کریں گے

اور اس کا آدھا مال بھی اور محمد ﷺ کے گھر والوں کا اس میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

(سنن ابی داود: ۱۵۷۵، احمد ۲/۵)

استاذِ محترم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اس قصہ کو موضوع و مردود قرار دیتے ہوئے رقم فرمایا:

''یہ روایت باطل اور مردود ہے، اس روایت پر تفصیلی جرح کے لئے عداب محمود الحمش کی کتاب ''ثعلبہ بن حاطب، الصحابی المفتری علیہ''

دیکھیں (ص ۶۷-۷۳، الحدیث: ۱۳ ص ۱۳)

ان تمام روایات کی تحقیق کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ثعلبہ بن حاطب الانصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ قصہ بے بنیاد اور باطل ہے جسے بعض قصہ گو حضرات مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں، اس مردود قصے سے سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بری ہیں۔ (الحدیث: ۱۳ ص ۱۴-۱۵)

آٹھواں قصہ: سیدنا العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجنے کا قصہ

روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے جب العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تو میں ان کے پیچھے چلا، میں نے ان میں تین خصلتیں دیکھیں، میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس پر تعجب کروں!

ہم ایک دریا کے کنارے آ کر رکے تو علاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کا نام لو اور بے خطر داخل ہو جاؤ۔

ہم نے اللہ کا نام لیا اور داخل ہو گئے، پھر ہم نے وہ دریا پار کر لیا اور پانی نے ہمارے اونٹوں کو قدموں کے تلووں تک بھی تر نہیں کیا، جب ہم لوٹے تو ان کے ساتھ ایک بے آب و گیاہ زمین پر چلنے لگے اور ہمارے پاس پانی نہ تھا، ہم نے ان سے شکایت کی تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی، آسمان پر ڈھال کی طرح سخت بادل تھے، پھر ان بادلوں نے اپنے دھانے کھول دیئے خوب بارش ہوئی تو ہم نے پانی حاصل کیا، اور جب وہ (دورانِ

سفر) فوت ہوئے تو ہم نے انہیں ریت میں دفن کر دیا، پھر ہم تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ہم نے کہا اگر کوئی درندہ آ گیا تو انہیں کھا لے گا، تو ہم ان کی طرف لوٹ کر آئے، ہم نے انہیں ان کی قبر میں نہ پایا۔

[یہ سخت منکر روایت ہے]

تخریج: اس روایت کو ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷۳) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱۸ ص ۹۵) اور المعجم الصغیر (ج ۱ ص ۲۴۵) میں "إسماعیل بن إبراهیم الهروي: نا أبي عن أبي کعب صاحب الحریر عن سعید الجریري عن أبي السلیل ضریب بن نقیر عن أبي هریرة رضي الله عنه قال:" کی سند سے بیان کیا، اور اس قصہ کو ذکر کیا۔

اس کی سند ساقط ہے اور اس کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت: ابراہیم الہروی اسماعیل کا والد مجہول ہے۔

دوسری علت: ابو السلیل ضریب بن نقیر ہے اور یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارسال (یعنی منقطع روایت بیان) کر رہا ہے۔

تیسری علت: سعید بن ایاس الجریری مختلط ہے۔ (یعنی اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا)

حوالے: دیکھئے ابن حجر کی تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۴۰۱) و تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۲۳۳) اور ابن الکیال کی الکواکب النیرات (ص ۱۷۸)

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۳۷۶) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: طبرانی نے اسے اپنی تینوں کتابوں (المعجم الکبیر، الصغیر، الاوسط) میں ذکر کیا۔ اس کی سند میں ابراہیم بن معمر الہروی، اسماعیل کا والد ہے، اسے میں نہیں جانتا اس (روایت) کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں (ص ۱۳۷) اس (مذکورہ) سند سے اس کو بیان کیا۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۶ ص ۵۱) میں "أبو عبد الرحمٰن محمد بن الحسین السلمي: حدثنا محمد بن محمد بن أحمد بن إسحاق الحافظ: حدثنا أبو اللیث سهل بن معاذ التمیمي: حدثنا أبو حمزة إدریس بن یونس: حدثنا محمد بن یزید بن سلمة: حدثنا عیسی بن یونس عن عبد الله بن عون عن أنس بن

مالک رضي الله عنه قال:'' کی سند سے روایت کیا اور العلاء بن الحضر می رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ایک طویل حدیث بیان کی......

مؤلف کہتے ہیں: اور اس کی یہ سند موضوع ہے، اس کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت: محمد بن الحسین السلمی ہے، جو صوفی تھا اور صوفیا کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

دوسری علت: ادریس بن یونس ہے، ابن القطان نے فرمایا کہ اس کا حال پہچانا نہیں جاتا۔ (یعنی یہ مجہول ہے)

تیسری علت: عبداللہ بن عون نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا لیکن اُن سے کچھ بھی نہیں سنا (اس روایت میں یہ انس رضی اللہ عنہ سے بیان کر رہے ہیں یعنی یہ سند منقطع ہے)

حوالے: دیکھئے ذہبی کی سیر اعلام النبلاء (ج ۱۷ص ۲۴۷)، میزان الاعتدال (ج ۳ص ۵۲۳) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۲ص ۲۴۸) ابن حجر کی لسان المیزان (ج ۱ص ۳۳۵ وج ۵ص ۱۴۰) ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۹۹) اور العلائی کی جامع التحصیل (ص ۳۱۵)

نواں قصہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدینہ تشریف آوری کا قصہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی خواتین و بچے یہ کہنے لگے:

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع وجب الشكر علينا
مادعا لله داع [ضعیف روایت ہے]

تخریج: امام بیہقی نے اسے دلائل النبوۃ (ج ۲ص ۵۰۶) میں "أبو عمرو الأديب قال: أخبرنا أبوبكر الإسماعيلي قال: سمعت: أبا خليفة يقول: سمعت ابن عائشة" کی سند سے روایت کیا اور یہ قصہ بیان کیا۔

مؤلف کہتے ہیں: اس کی یہ سند معضل (منقطع) ہے، اس کی سند میں سے تین سے زیادہ راوی ساقط ہیں۔

ابن عائشہ کا نام عبیداللہ بن محمد بن حفص ہے، انہوں نے یہ حدیث مرسلاً (یعنی

منقطع) بیان کی ہے۔

حوالہ: دیکھئے تقریب التھذیب (ج۱ص۴۷۳ رقم ۴۳۳۴)

مؤلف کہتے ہیں کہ حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج (ج۲ص۲۷۷) میں یہی علت (وجہ ضعف) بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کو ابن عائشہ سے معضلاً (یعنی منقطع) بیان کیا۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج۸ص۱۲۹) میں فرمایا: ہم سے الحلبیات میں منقطع سند کے ساتھ خواتین کے اس قول کو روایت کیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو خواتین نے کہا: طلع البدر علینا من ثنیات الوداع......

شیخ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج۱ص۴۹۷ح۵۸۸) میں فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں، لیکن یہ معضل (منقطع) سند ہے اس کی سند سے تین یا کچھ زیادہ راوی ساقط ہیں، اس لئے کہ یہ ابن عائشہ (امام) احمد کے استادوں میں سے ہیں انہوں نے ارسال کیا ہے۔

غزالی نے احیاء (ج۲ص۲۷۷) میں اس قصہ کو اس اضافہ کے ساتھ بیان کیا کہ وہ دف بجاتے ہوئے خوش الحانی کے ساتھ یہ کہہ رہی تھیں، اس اضافے کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ العراقی نے فرمایا: ''ولیس فیہ ذکر بالدف والألحان'' کہ اس میں دف والحان کا ذکر نہیں۔

سیوطی نے اس قصہ کو الخصائص (ج۱ص۳۱۳) میں ذکر کیا ہے۔!!

عرضِ مترجم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت میں رسول نبی کریم ﷺ کا رفیقِ سفر ہونا اور ساتھ ساتھ مدینہ تشریف لانا ایسی معروف و معلوم حقیقت ہے کہ محتاجِ بیان نہیں۔ بلاشبہ مدینہ منورہ کے لوگوں نے آپ کا استقبال بھی کیا۔

لیکن دف بجاتے ہوئے اور مذکورہ اشعار پڑھتے ہوئے استقبال کرنے والی یہ روایت ضعیف ہے لہٰذا اس کے بیان سے اجتناب کرنا چاہئے۔ ویسے بطور نعت کے یہ اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی غیر شرعی بات نہیں اور نعتیہ اشعار کا پڑھنا

ثابت بھی ہے۔ موسیقی کے بعض دلدادہ دف والی اس روایت کو موسیقی کے جواز میں دلیل بناتے ہیں، ان کا یہ عمل یقیناً باطل ہے چونکہ دف میں اور آلات موسیقی میں بڑا فرق ہے۔ جو سر دست ہمارا موضوع نہیں۔

دسواں قصہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے امتحان کا قصہ

"امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد تشریف لائے، اصحاب الحدیث نے یہ بات سنی، تو ایک سو (۱۰۰) احادیث (پوچھنے) کا ارادہ کیا، انہوں نے ان احادیث کی سندوں اور متون کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اس سند کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور اس متن کو دوسری سند کے ساتھ کر دیا اور ہر ایک کو اس طرح کی دس (۱۰) احادیث یاد کرادیں تاکہ وہ محفل میں انہیں امام بخاری پر پیش کریں، لوگ جمع ہوئے ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر اپنی دس احادیث میں سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا، پھر اس شخص نے دوسری حدیث کے متعلق سوال کیا، امام بخاری نے فرمایا: میں اسے نہیں پہچانتا۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ اپنی ان دس احادیث کے سوالوں سے فارغ ہوا۔

سمجھدار لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہ شخص (یعنی امام بخاری) معاملہ کو سمجھ گئے ہیں (کہ میرا امتحان لے رہے ہیں) اور جو نہیں جانتے تھے انہوں نے خیال کیا کہ امام بخاری بے بس ہیں۔

پھر دوسرا شخص تیار ہوا اور اسی طرح کیا جس طرح پہلے شخص نے کیا تھا امام بخاری یہی کہتے رہے کہ میں نہیں پہچانتا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اسی طرح ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان دس آدمیوں کے سوالات ختم ہوئے، امام بخاری ان کے جوابات میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے کہ "لا أعرفہ" میں نہیں جانتا، جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ دس آدمی فارغ ہو چکے ہیں تو آپ ان میں سے پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ کی پہلی حدیث اس طرح ہے اور دوسری اس طرح اور تیسری اس طرح ہے آپ نے دس کی دس بیان کر دیں اور ہر

متن کو اس کی سند کی طرف لوٹا دیا۔ اس طرح دوسروں (یعنی بقیہ نو افراد) کے ساتھ کیا۔
تو لوگوں نے ان کے حافظہ کو مان لیا۔ ابن صاعد جب بھی یہ قصہ بیان کرتے تو
کہتے: ''الکبش النطّاح'' سخت ٹکر مارنے والا مینڈھا۔'' [یہ قصہ ضعیف ہے]

تخریج: خطیب بغدادی نے اسے تاریخ بغداد میں (ج۲ص۲۰) اور سبکی نے الطبقات (ج۲ص۶) میں المزی نے تہذیب الکمال (ج۳ص۱۱۷۳، خطی نسخہ) میں '' أبو أحمد عبداللّٰه بن عدي قال: سمعت عدة مشائخ يحكون '' کی سند سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ سند ضعیف ہے اس میں مجہول راوی ہیں۔
(یعنی یہ مشائخ مجہول ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟/مترجم)

اسی سند سے ابن حجر نے فتح الباری کے مقدمہ (ص۴۸۶) میں اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج۱۲ص۴۰۸) میں ذکر کیا ہے۔

'' تبصرة أولي الأحلام من قصص فيها كلام '' کا جزء اول مکمل ہوا اس کے بعد جزء ثانی ہوگا اور اس کا پہلا قصہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ روایت کہ اے اللہ مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم دے جس سے میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا کروں......

عرضِ مترجم:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت و فطانت اور علم حدیث میں کامل مہارت اس قدر مسلمہ ہے کہ آپ کے مخالفین بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر پاتے۔ آپ کی ذہانت اور علم حدیث میں مہارت ہرگز اس بات کی محتاج نہیں کہ اس قسم کے بے سروپا قصوں سے اسے ثابت کیا جائے لیکن افسوس اس کے باوجود بعض اہل علم بالخصوص درسِ بخاری کے موقع پر بکثرت یہ اور اس جیسے دیگر غیر ثابت قصے بیان کرتے سنے جاتے ہیں۔ کاش وہ اپنے علمی مقام کا خیال رکھتے ہوئے اصولوں کی پاسداری کریں اور اس قسم کے غیر ثابت قصوں کے بیان سے مکمل گریز فرمائیں۔

گیارہواں قصہ: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دے کہ جس سے میں تیرا ذکر کروں اور تجھے پکاروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ تو لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! یہ تو تیرا ہر بندہ کہتا ہے، میں کوئی ایسی چیز چاہتا ہوں جسے تُو میرے لئے خاص کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ! (علیہ السلام) اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لا الٰہ الا اللّٰہ کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا الٰہ الا اللّٰہ والا پلڑا غالب رہے گا۔ [ضعیف ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابن حبان (الاحسان ۸/۳۵ ح ۶۱۸۵/ ۶۲۱۸) ابو نعیم الاصبہانی (حلیۃ الاولیاء ۸/۳۲۸) بغوی (شرح السنۃ ۵/۵۴ ح ۱۲۸۳، مصابیح السنۃ ۲/۱۶۰، ۱۶۱) حاکم (۱/ ۵۲۸ ح ۱۹۳۶ صححہ ووافقہ الذہبی!) الشجری (الامالی ۱/۲۵) بیہقی (الاسماء والصفات ۱/۱۷۵ دوسرا نسخہ ص ۱۰۲، ۱۰۳) حکیم ترمذی (نوادر الاصول ص ۳۳۷) نسائی (عمل الیوم واللیلۃ: ۸۳۴، ۱۱۴۱، السنن الکبریٰ: ۱۰۶۷۰، ۱۰۹۸۰) دیلمی (مسند الفردوس ۳/۱۹۲) طبرانی (کتاب الدعا ۳/۱۴۸۹ ح ۱۴۸۰) اور ابو یعلیٰ الموصلی (المسند ۲/۵۲۸ ح ۱۳۹۳) نے دراج ابو السمح عن ابی الہیثم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں درّاج بن سمعان ابو السمح ہے۔ اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا: اس کی حدیث منکر ہے، دار قطنی نے فرمایا: ضعیف ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا: متروک ہے، امام نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابو حاتم نے فرمایا: اِس کی حدیث میں ضعف ہے اور فرمایا: تیرے لئے اتنا کافی ہے۔ جب ابو حاتم رازی کے سامنے کہا گیا کہ ابن معین نے فرمایا: درّاج ثقہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ درّاج ابو الہیثم عن ابی سعید والی

احادیث میں ضعف ہے۔

حوالے: تہذیب التہذیب (ج۳ص۱۸۱) اور سؤالات الحاکم (ص۱۷۰) ''العلل'' لاحمد (ج۳ص۱۱۶) نسائی کی الضعفاء (ص۹۷) الجرح والتعدیل (ج۳ص۴۴۱) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج۲ص۲۱۴) اور المغنی فی الضعفاء (ج۱ص۲۲۲) ابن الہادی کی بحر الدم (ص۱۴۳) اور عینی کی مغانی الاخیار (قلمی ص۱۹۳/ط)

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے/ جبکہ ایسا نہیں ہے اگرچہ ذہبی نے بھی اُن کی موافقت کر رکھی ہے۔ ابن حجر نے فتح الباری (ج۱۱ص۲۰۸) میں اس روایت کو ذکر کیا اور کہا: ''نسائی نے صحیح سند کے ساتھ اسے روایت کیا۔''

حالانکہ اس کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ بذات خود حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب (ص۲۰۱ت:۱۸۲۴) میں درّاج کے متعلق لکھا ہے کہ ابوالہیثم سے مروی اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۱ص۸۲) میں اسے ذکر کیا اور پھر فرمایا: اِسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے، اس کے ''رجال'' کی توثیق کی گئی ہے اور ان میں ضعف بھی ہے۔ انتہی

عرضِ مترجم:

علاّمہ فوزی حفظہ اللہ کی اِس تحقیق کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے، اس کی سند میں درّاج بن سمعان ابوالسمح راوی (جب ابوالہیثم سے روایت کرے تو) ضعیف ہے (ورنہ صدوق حسن الحدیث راوی ہے۔) ویسے بھی ''لا اِلٰہ الاّ اللہ'' کلمہ طیبہ کے صحیح احادیث کی روشنی میں بہت سے فضائل ہیں مثلاً حدیث البطاقہ سے ثابت ہے کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ اور اَنّ محمداً عبدہ ورسولہ قیامت کے دن میزان کے پلڑے میں سب سے بھاری ہوگا۔ (الترمذی:۲۶۳۹ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم ۱/۶، ۵۲۹ ووافقہ الذہبی) پھر محض اپنی تقریر وتحریر کو مزین وخوبصورت بنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک غیر ثابت شدہ بات منسوب کرنا قطعاً درست نہیں۔

بارہواں قصہ: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں دریائے نیل کی روانی کا قصہ

قیس بن الحجاج اُس سے روایت کرتے ہیں جس نے اُن سے یہ قصہ بیان کیا کہ

''جب ملکِ مصر فتح ہوا تو سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (بطورِ گورنر) وہاں تشریف لائے۔ جب عجمی مہینوں میں سے ایک مہینہ شروع ہوا تو (کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور) کہا کہ اے حاکمِ وقت! یقیناً یہ ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے اور یہ اُس دستور کے بغیر اپنی روانی جاری نہیں رکھتا۔ سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ دستور کیا ہے؟ (تو اُن میں سے کسی نے) کہا: جب اِس ماہ کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک کنواری لڑکی جو اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہو تلاش کرتے ہیں، اُس کے والدین کو رضامند کرتے ہیں پھر بہترین لباس پہنا کر (زیورات سے آراستہ کر کے) اُسے (بھینٹ چڑھاتے ہوئے) دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ (تو پھر دریائے نیل کی روانی جاری رہتی ہے ورنہ رک جاتی ہے)

سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: ''اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یقیناً اسلام تو اپنے سے پہلے (کی رسوماتِ جاہلیت) کو مٹا دیتا ہے۔ اہل مصر اُس دن اس کام سے رک گئے اور نیل تھا کہ نہ تو سست روی کے ساتھ بہتا نہ ہی تیزی کے ساتھ بلکہ اُس کی روانی بالکل رک گئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مصر سے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔

جب سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو اس کے متعلق امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا اور یہ بات بتلائی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ آپ نے بالکل صحیح کیا، اسلام تو واقعتاً جاہلیت کی سابقہ رسومات کو مٹا دیتا ہے اور آپ نے اپنے اُس خط کے اندر ایک ''رقعہ'' بھی ارسال فرمایا اور لکھ بھیجا کہ میں آپ کی طرف اپنے اِس خط کے ساتھ ایک ''رقعہ'' بھی بھیج رہا ہوں، آپ یہ ''رقعہ'' دریائے نیل میں ڈال دیں۔

جب سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا خط پہنچا تو انھوں نے وہ خط پڑھا اور وہ ''رقعہ'' اٹھایا اُسے کھولا تو اُس میں یہ لکھا تھا: اللہ کے بندے عمر امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف، امابعد:

اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو نہ بہہ (اپنا بہاؤ روک دے) اور اگر اللہ عزوجل تجھے بہاتا ہے تو میں اللہ الواحد القہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تیرا بہنا جاری فرمادے۔

سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے بھینٹ چڑھانے سے ایک دن قبل وہ ''رقعہ'' دریائے نیل میں ڈال دیا۔ جب کہ اہلِ مصر، مصر سے نکلنے کا فیصلہ کر چکے تھے چونکہ مصر میں اُن کی منفعت تو دریائے نیل سے وابستہ تھی۔

(الغرض) جب وہ ''رقعہ'' ڈالا گیا تو لوگوں نے یوم الصلیب کی صبح دیکھا کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں سولہ (۱۶) ہاتھ تک کی اونچائی میں پانی بہادیا۔ پس اُس دن سے لے کر آج تک اللہ تعالیٰ نے اہلِ مصر کے اس برے طریقہ کو ختم فرمادیا۔

[یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: اِس روایت کو ابوالشیخ (العظمۃ ج ۴ص ۱۴۲۴) اللا لکائی (الکرامات ص ۱۱۹) اور ابن عبدالحکم نے فتوح مصر (ص ۱۰۴) میں ''ابن لھیعۃ عن قیس بن الحجاج عمن حدثہ'' کی سند سے روایت کیا۔

جرح: اِس کی سند ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: ابن لہیعہ ہے اور یہ عبداللہ بن لہیعہ الحضرمی ہے۔ یہ سئی الحفظ (بُرے حافظے والا) اور ضعیف ہے۔

دوسری علت: اِس میں ایک راوی (مجہول) ہے جس کا نام نہیں بیان کیا گیا۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۳۲۷) تقریب التہذیب (ص ۳۱۹ ت: ۳۵۶۳) میزان الاعتدال (ج ۳ص ۱۸۹) الکاشف (ج ۲ ص ۱۰۹) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ص ۱۳۰) السندھی کی کشف الاستار (ص ۵۸) اور ابن الکیال کی الکواکب

النیرات (ص ۲۸۱)

[ابن لہیعہ کے بارے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ اگر وہ سماع کی تصریح کرے اور اختلاط سے پہلے بیان کرے تو اس کی روایت حسن لذاتہ ہوتی ہے۔/ زبیر علی زئی]

اور علامہ سیوطی نے ''تخریج احادیث العقائد'' میں کہا کہ ''اِس روایت کو ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب العظمۃ میں جس سند کے ساتھ بیان کیا اس سند میں ایک راوی مجہول ہے۔'' (ص ۱۴)

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں (ج ۱ ص ۲۷) اور سیوطی نے حسن المحاضرہ (ج ۲ ص ۳۵۳) میں اسے ذکر کیا ہے۔ (انتہی)

عرضِ مترجم:

اِس قصہ کا ضعف آپ کے سامنے ہے کہ اِس کے بیان کرنے والے کا سراغ ہی نہیں ملتا کہ کون تھا؟ کیسا تھا؟ ایک مجہول نامعلوم شخص ہے جس نے یہ قصہ بیان کیا۔ لیکن افسوس! کہ آج کتنے ہی محراب ومنبر ہیں کہ جن پر یہ اور اس قسم کی سینکڑوں، ہزاروں کہانیوں کی گونج سنائی دیتی ہے اور کتنے ہی قصہ گو واعظین وخطبا ہیں جو، جوشِ خطابت میں یا اپنے وعظ وتقریر کو خوش نما بنانے کے لئے اِسے بیان کر دیتے ہیں، اور خبر، قبولیتِ خبر واشاعتِ خبر سے متعلق قرآن وسنّت کے بیان کردہ محکم اصول وضوابط کی کچھ پروا نہیں کرتے اور کتنے ہی ایسے علمائے سوء ہیں جو عقیدۂ توحید پر حملہ آور شرک وبدعات اور توہم پرستی کو سہارا دینے والی ایسی کہانیاں بیان کرتے ہوئے نہیں جھکتے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے طلساتی و من گھڑت کراماتی مذہب کو تقویت پہنچانے کے لئے اِس قسم کی بے سند وبے ثبوت کہانیوں سے استدلال وحجت پکڑنے سے بھی ذرا نہیں ہچکچاتے: کاش ایسا کرتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو توقف فرمائیں غور وفکر اور تدبر سے کام لیتے ہوئے ان کی قباحت وشناعت کا بھی اندازہ لگائیں تو شاید کہ اپنے اس طرزِ تغافل سے باز آجائیں۔ اب ذرا اِس کہانی کی قباحت ملاحظہ کیجئے!

یہ کہانی بتلاتی ہے کہ ہر سال دریائے نیل اپنی روانی وبہاؤ کو روک دیتا پھر جب اہلِ

مصر ایک کنواری لڑکی کو سجا دھجا کر اُسے دلہن بنا کر اُس کی بھینٹ چڑھاتے تو پھر دریائے نیل اُن کی اِس قربانی سے خوش و خرم ہو کر اپنی ناراضگی ختم کر دیتا ورنہ وہ اپنی روانی روک کر ایک ظالمانہ، وحشیانہ اور انسانیت سوز قربانی کا مطالبہ اور اصرار کرتا۔ یہ کہانی بتلاتی ہے کہ یہ کوئی ایک آدھ سال کا اتفاقی حادثہ یا واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ تو ہر سال کا معمول تھا۔ اُس کی پختہ عادت، قانون اور دستور تھا۔ دریائے نیل ہر سال ایک دلہن ایک کنواری دوشیزہ کا چڑھاوا اور بھینٹ لئے بغیر چلتا ہی نہیں تھا، اُس کا یہ قانون و دستور ایسا اٹل تھا کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے انکار پر اُس نے تیزی کے ساتھ بہنا تو درکنار سست روی کے ساتھ بہنا بھی گوارا نہیں کیا۔ حتیٰ کہ خود سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھی اِس کا مشاہدہ کیا گویا کہ دریائے نیل میں یہ قوت و صلاحیت اختیاری طور پر موجود تھی کہ چاہتا تو بہتا رہتا اور چاہتا تو اپنی روانی پر فل سٹاپ (Full Stop) لگا دیتا اور اپنا بہاؤ روک دیتا اور پھر دریائے نیل عقل و شعور سے بھی مالا مال تھا کہ اپنا مطالبہ پورا ہوتے ہی بہنا شروع کر دیتا، کیا ہی زبردست کرشمہ تھا۔!؟

بہت خوب! اب سرسوتی اور گنگا، جمنا نامی دریاؤں میں کرشموں کے قائل اور اُن کی داستانیں سنانے والوں کو کس منہ سے احمق کہا جائے؟ افسوس ہے ایسی کہانیوں کو سچا سمجھ کر بیان کرنے والوں کی عقل و فہم پر، اُن کی چھوٹی سمجھ اور محدود سوچ پر!

المختصر! اِس قسم کی کہانیوں کو سچا سمجھ کر بیان کرنے والے مولویانِ گرامی کو چاہیے کہ وہ دریاؤں سمندروں کی کرامتوں اور کرشموں کے بھی قائل ہو جائیں تا کہ ان بے سروپا کہانیوں پر پوری طرح سے عمل پیرا ہوں نہ صرف یہ کہ ان کہانیوں کا بھی حق ادا ہو جائے بلکہ اِن کے طلسمی کرامات کے من گھڑت قصوں اور دیو مالائی کہانیوں کو بھی پوری تقویت ملے۔

تیرہواں قصہ: سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قصہ اُس آگ کے ساتھ جو حرہ سے نکلی

(مسیلمہ کذاب کے داماد) معاویہ بن حرمل نے کہا: میں مدینہ آیا تو سیدنا تمیم

داری رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ کھانے پر لے گئے تو میں نے بہت زیادہ کھایا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میں سیر نہ ہوا۔ اس سے پہلے میں تین دن مسجد میں ٹھہرا رہا میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مقام حرہ سے ایک آگ نکلی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا تمیم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: چلیے اس آگ کی طرف.........

تو انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! میں کون ہوں اور میں کیا ہوں؟ مطلب میری کیا حیثیت ہے؟ وہ اسی طرح کہتے رہے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ (معاویہ بن حرمل) کہتے ہیں: میں اُن دونوں کے پیچھے چل پڑا وہ دونوں آگ کی طرف گئے اور تمیم رضی اللہ عنہ اُس آگ کو اپنے ہاتھ سے دھکیلنے لگے۔ حتیٰ کہ آگ ایک گھاٹی میں داخل ہو گئی، تمیم رضی اللہ عنہ بھی اُس کے پیچھے اُس گھاٹی میں داخل ہو گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "لیس من رأی کمن لم یر" جس نے دیکھا وہ نہ دیکھنے والے کی طرح نہیں۔ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: اسے ابونعیم (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۸۳) اور بیہقی دلائل النبوۃ (ج ۶ ص ۸۰) نے حماد بن سلمہ عن الجریری عن ابی العلاء عن معاویۃ بن حرمل کی سند سے روایت کیا ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے، اس سند میں (مسیلمہ کذاب کا داماد) معاویہ بن حرمل ہے۔ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۳۸۰) میں اسے ذکر کیا لیکن اس پر کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی لہٰذا یہ "مجہول" ہے۔

حافظ ذہبی نے "تاریخ الاسلام" (ص ۶۱۵) میں عہد الخلفاء الراشدین کے ضمن میں (اور سیر اعلام النبلاء ۲/۴۴۶، ۴۴۷ میں) اس قصے کو بیان کیا اور فرمایا: یہ معاویہ بن حرمل پہچانا نہیں جاتا۔ رہے ابن حبان تو انہوں نے مجہولین کی توثیق کے متعلق اپنے قاعدہ کے مطابق اسے اپنی "کتاب الثقات" (ج ۵ ص ۴۱۶) پر ذکر کیا ہے (اس سلسلے میں ابن حبان کا تساہل طلبائے حدیث کے لیے محتاجِ تفصیل نہیں۔ مترجم)

[حافظ ابن حجر نے معاویہ بن حرمل کو الاصابہ میں القسم الثالث میں ذکر کر کے کہا: "لہ ادراک" یعنی اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ (۳/۴۹۷)

القسم الثالث کے بارے میں حافظ ابن حجر نے بذاتِ خود لکھا ہے کہ "وھؤلاء لیسوا أصحابه باتفاق أهل العلم بالحديث" اس پر علمائے حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ نبی ﷺ کے صحابہ نہیں ہیں۔ (الاصابہ ۱/ ۶)

معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب کا داماد معاویہ بن حرمل صحابہ میں سے نہیں تھا۔]

یہ قصہ ابن حجر نے الاصابہ (ج ۳ ص ۴۷۳) ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۶ ص ۱۵۳) اور الشمائل (ص ۳۲۱) میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (۲ ص ۵۸۳) میں بھی ایک اور سند سے ذکر کیا: حدثنا عبداللہ بن محمد بن جعفر قال: ثنا عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن واقد: ثنا أبي: ثنا ضمرة عن مَرزوقٍ: "أنَّ نارًا خرجت على عهدِ عمر رضي الله عنه۔ فجعَل تميم الداري يدفعها بردائه حتى دخلت غارًا فقال له عمر: لمثل هذا كنا نحبّكَ يا أبا رقيّة!" کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایک آگ نکلی تو سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اسے اپنی چادر سے ہٹانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ آگ ایک غار میں داخل ہوگئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسی وجہ سے تو ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اے ابورقیہ!''

یہ سند ساقط (سخت ضعیف) ہے اس میں دو علتیں (وجہ ضعف) ہیں۔

پہلی علت: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن واقد مجہول ہے۔

دوسری علت: مرزوق بن نافع ہے۔ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۸ ص ۲۶۵) میں اسے ذکر کیا اور اس پر نہ تو کوئی جرح ذکر کی نہ ہی تعدیل پس یہ ''مجہول'' ٹھہرا۔

عرضِ مترجم:

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دو سندوں سے مذکور ہے اور دونوں سے واضح ہوتا ہے کہ اسے ''مجہول'' نامعلوم افراد نے بیان کیا، اُن کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ وہ ثقہ تھے یا ضعیف تھے؟ مجہول کی روایت کا ناقابلِ قبول ہونا مسلّمہ امر ہے۔

ویسے بھی ایسی کوئی آگ نکلتی تو اور بھی لوگ دیکھتے اور ثقہ لوگ بھی بیان کرتے نہ کہ مجہول لوگ ہی بیان کرتے۔

چودھواں قصہ: ایک عبادت گزار آدمی کا قصہ

(مروی ہے کہ) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شہر کو اُس میں رہنے والوں کے ساتھ اُلٹ دو۔ (تباہ کردو) سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب اُس شہر میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے اُس نے پلک جھپکنے کے لمحے بھی تیری نافرمانی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن سب پر اس شہر کو الٹ دو اس لئے کہ اُس کا چہرہ (میری نافرمانیوں کو دیکھ کر) ایک گھڑی بھی (غصے سے) متغیر نہ ہوا۔ [یہ باطل قصہ ہے۔]

تخریج: اسے بیہقی نے شعب الایمان (۶/۹۷ ح ۷۵۹۵) میں "عبيد بن إسحاق العطار: نا عمار بن سيف عن الأعمش عن أبي سفيان عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه" کی سند سے روایت کیا ہے۔

اس کی سند میں تین علتیں ہیں:

پہلی علت: عبید بن اسحاق العطار ہے۔ اسے یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا۔ امام بخاری نے فرمایا: اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: اس کی عام احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔ ابن الجارود نے فرمایا: یہ عطار المطلقات کے نام سے معروف تھا، یہ جو حدیثیں بیان کرتا وہ باطل ہیں۔ ابو حاتم رازی اس راوی پر راضی ہوئے اور فرمایا: ہم نے اس میں اچھائی ہی دیکھی یہ ثبت نہیں تھا اس کی احادیث میں کچھ نکارت تھی۔

دوسری علت: عمار بن سیف الضبی ہے اور یہ ضعیف ہے۔

تیسری علت: الاعمش سلیمان بن مہران ہیں اور یہ مدلس ہیں انہوں نے اس روایت کو "عن" سے بیان کیا، سماع کی صراحت نہیں کی۔ [یہ علت اس صورت میں ہے جب اعمش تک سند صحیح ثابت ہو جائے۔]

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۱۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۱۵۹) عقیلی کی الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۱۵) ابن حجر کی لسان المیزان (ج ۴ ص ۱۱۷) تعریف اہل

التقدیس (ص ۶۷) اور تقریب التہذیب (عمار بن سیف: ۴۸۲۶، الاعمش: ۲۶۱۵)

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۷ص ۲۷۰) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: طبرانی نے الاوسط میں اس قصہ کو عبید بن اسحاق العطار عن عمار بن سیف سے روایت کیا یہ دونوں ہی ضعیف ہیں عمار بن سیف کو ابن المبارک اور ایک جماعت نے ثقہ کہا اور عبید بن اسحاق سے ابوحاتم راضی تھے۔ انتہیٰ

[عبید بن اسحاق اور عمار بن سیف دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہیں لہٰذا امام ابن المبارک کی توثیق اور ابوحاتم الرازی کی رضامندی جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔]

اِس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں ضعیف قرار دیا اور اسی میں (ج ۲ص ۹۷) اس حدیث کو" أبو العباس الأصم: نا الخضر بن أبان: نا سیار نا جعفر عن مالک (بن دینار)" کی سند سے روایت کیا اور اِس میں ہے کہ فرمایا:

اللہ عزوجل نے ایک بستی کو عذاب دینے کا حکم دیا تو فرشتے تکلیف سے پکار اٹھے کہ اے اللہ: ان میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے؟ تو اللہ نے فرمایا: اُس کی تو مجھے چیخ سناؤ اِس لئے کہ میری حرام کردہ چیزوں کی پامالی پر غصہ سے کبھی اُس کا چہرہ بھی متغیر نہ ہوا۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ مالک بن دینار کے قول سے محفوظ ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اُن کا قول ہے نہ کہ حدیث) میں کہتا ہوں اس کی بھی سند ضعیف ہے۔ اِس میں خضر بن ابان الہاشمی ہے حاکم نے اِسے ضعیف قرار دیا اور دارقطنی نے بھی اِس پر کلام کیا دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ص ۱۷۷) اور لسان المیزان (ج ۲ص ۳۹۹)

عرضِ مترجم:

اِس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت مرفوعاً عبید بن اسحاق العطار اور عمار بن سیف کے ضعف اور اعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مالک بن دینار کا قول بھی سنداً اخضر بن اَبان الہاشمی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ویسے بھی مالک بن دینار کا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا مکالمہ سننا شرعاً محلِ نظر ہے، آپ نبی نہیں تھے اور نبوت اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ختم

ہو چکی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لم يبق من النبوة إلا المبشرات" نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے۔

(صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، رقم الحدیث: ۶۹۹۰)

پندرہواں قصہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قبرستان جانے کا قصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ نے ایک عورت کو دیکھا یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ آپ نے انہیں پہچان لیا ہو آپ جب راستے کے درمیان پہنچے تو ٹھہر گئے یہاں تک کہ وہ پہنچ گئیں تو وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا: اے فاطمہ! (رضی اللہ عنہا) کس بات نے تجھے گھر سے باہر نکالا؟ سیدہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ میں اس میت کے گھر والوں کے ہاں گئی تھی انہیں تسلّی دینے اور اُن سے تعزیت کرنے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تم اُن کے ساتھ قبرستان تک پہنچ گئی تھیں؟ تو سیدہ نے فرمایا: معاذ اللہ! اللہ کی پناہ کہ میں اُن کے ساتھ وہاں تک پہنچ جاتی جب کہ میں نے آپ سے اس کے متعلق سنا ہے جو آپ بیان کرتے ہیں۔

(سختی سے منع فرماتے ہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اُن کے ساتھ وہاں تک چلی جاتیں تو تم جنت میں اُس وقت تک نہیں جا سکتی تھیں جب تک کہ تمہارے والد کے دادا نہ چلے جاتے۔ یہ منکر روایت ہے۔

تخریج: اسے ابو داود (ج ۳ ص ۱۹۲ ح ۳۱۲۳) نسائی (السنن الکبریٰ ۱/۶۱۶ ح ۲۰۰۷، السنن الصغریٰ ج ۴ ص ۲۷ ح ۱۸۸۱) احمد (ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۶۵۷۵) المزی (تہذیب الکمال قلمی ۲/۸۵۷ط) حاکم (ج ۱ ص ۳۷۳ ح ۱۳۸۲) بیہقی (ج ۴ ص ۷۷) ابن الجوزی (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۹۰۲) ابو یعلیٰ (ج ۱۲ ص ۱۱۳ و ص ۱۱۴) اور ابن حبان (الصحیح ج ۵ ص ۲۵۹) نے "عن ربيعة بن سيف المعافري عن أبي عبدالرحمن الحُبُلِيِّ عن عبد الله بن عمرو بن العاص" کی سند سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

جرح: اِس کی سند ضعیف ہے اس میں ربیعہ بن سیف المعافری ہے اس کی منکر روایات ہیں۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۳ ص ۲۲۱) اور تقریب التہذیب (ص ۲۰۷) امام نسائی نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ربیعہ، ضعیف الحدیث ہے۔ اور ابن الجوزی نے فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں اس کی دونوں سندوں میں ربیعہ ہے اور دوسری سند میں مجہول راوی ہیں امام بخاری نے فرمایا: ربیعہ المعافری کے پاس منکر روایات ہیں۔ انتہیٰ اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، اور در حقیقت ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے کہا اگر چہ امام ذہبی نے بھی اُن کی موافقت کر رکھی ہے۔ باوجود یہ کہ ربیعہ بن سیف شیخین کے رواۃ میں سے نہیں ہیں۔ اِس حدیث کو الشیخ البانی نے بھی ضعیف قرار دیا۔ ضعیف سنن ابی داود (ص ۳۱۷)

[اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اسے ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح، منذری اور ہیثمی نے حسن قرار دیا ہے۔ ربیعہ بن سیف جمہور کے نزدیک موثق راوی ہے دیکھئے نیل المقصود فی التعلیق علیٰ سنن ابی داود: ۳۱۲۳، اس روایت میں شدید الفاظ وعید پر محمول ہیں۔/ زع]

سولھواں قصہ: رسول اللہ ﷺ کا واقعہ طائف

محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ طائف پہنچے تو آپ نے ثقیف قبیلہ کے چند لوگوں کے ہاں تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا، اُن دنوں وہ قبیلۂ ثقیف کے رؤسا و اشراف تھے اور وہ تین بھائی تھے۔ (۱) عبدیا لیل بن عمرو بن عمیر، (۲) اور مسعود بن عَمرو بن عمیر (۳) اور حبیب بن عَمرو بن عمیر بن عوف بن عقدۃ بن غیرۃ بن عوف بن ثقیف اُن میں سے ایک کے ہاں (اُن کی زوجیت میں) قریش کے بنی جُمح قبیلہ کی ایک عورت تھی۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور انہیں دعوتِ اِلی اللہ دی اور دعوتِ اسلام کی وجہ سے انہیں جو تکلیفیں پہنچیں اُن کو بتلایا اور انہیں اپنی قوم میں سے مخالفت کرنے والوں کے خلاف اپنا ساتھ دینے کی دعوت دی .... جب رسول اللہ ﷺ کو اُن شریر لوگوں سے اطمینان حاصل ہوا تو (راوی کہتے ہیں: جو کچھ مجھے یاد ہے،

آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے یوں) فرمایا:

((اللهم إليكَ أشكوُ ضعفَ قوّتي ۔ وقِلّة حيلتي، وهواني علي الناس، يا أرحمَ الراحمين، أنت رب المستضعفين، وأنتَ ربي، إلى مَنْ تَكِلني؟ إلى بعيد يتجهمني؟ أم إلى عدوّ مَلكتهٗ أمري؟.........))

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری و بے بسی کی اور لوگوں میں اپنی بے قدری کی تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں، اے ارحم الراحمین! تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے، تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانے کی جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے؟ یا کسی ایسے دشمن کے حوالے کرتا ہے کہ جس کو تو نے میرے معاملے میں طاقت دی ہے......۔''

[یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: ابن اسحاق نے اسے بیان کیا جیسا کہ سیرۃ ابن ہشام (ج۲ص۴۷) میں بلا سند مذکور ہے۔ اور اسی طرح طبری نے اسے اپنی تاریخ میں (ج۲ص۳۴۵) اور العبدری ''بهجة المُهَج في بعضِ فضائلِ الطائف وَوَج'' (ص۴۳) میں ''عن ابن إسحاق قال: حدثني يزيد بن زيد عن محمد بن كعب القُرَظي'' کی سند سے مرسلاً بیان کیا اور طبرانی نے ''الدعاء'' میں (ج۲ص۱۲۸۰) مختصراً بیان کیا اور ابن مَندہ نے ''الرد علی الجهمية'' (ص۹۹) میں ''وهب بن جرير بن حازم: ثنا أبي عن محمد بن إسحاق عن هشام بن عروة عن أبيه عن عبدالله بن جعفر'' کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں محمد بن اسحاق مدلس ہیں۔ انہوں نے اس روایت کو عن سے بیان کیا، اور سماع کی تصریح نہیں کی، پس یہ حدیث ضعیف ہے۔

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۶ص۳۵) میں یہ روایت ذکر کی پھر فرمایا: اسے طبرانی نے روایت کیا اس میں ابن اسحاق مدلس ہیں ثقہ ہیں۔ اس کے بقیہ رواۃ (بھی) ثقہ ہیں۔ (مدلس جب ثقہ ہو تب بھی ''عن'' سے بیان کردہ یا اُن الفاظ سے بیان کردہ

روایت کہ جس میں تدلیس کا شبہ ہو، صحیح نہیں ہوتی ۔ضعیف راوی کی روایت تو ویسے ہی حجت نہیں ،تدلیس اُس کی مزید قباحت ہوگی)

اِس حدیث کو علاّمہ البانی نے بھی فقہ السیرۃ (ص ۱۲۶) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

عرضِ مترجم:

اِس تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہ روایت دو سندوں سے مذکور ہے ۔ایک محمد بن کعب القرظی سے ،یہ مرسل روایت ہے، القرظی تابعی تھے ، اگر چہ بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئے ۔تب بھی یہ مدینہ کے رہنے والے ہیں اور واقعہ طائف کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا ہے اور مدینہ آنے سے پہلے کا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اِن کا سماع بھی ثابت نہیں ۔اور دوسری سند میں محمد بن اسحاق مدلّس ہیں اُن کی تدلیس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے، باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغ کے لئے ،عبد یالیل سے گفتگو فرمانا اور اُن بد بختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچانا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اِس کے لئے صحیح البخاری ، کتاب بدء الخلق ، رقم الحدیث (۳۲۳۱) اور صحیح مسلم کتاب الجہاد باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین دیکھ لیجئے۔

سترہواں قصہ: غار میں مکڑی اور کبوتر کا قصہ

(ابو) مصعب المکی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید بن ارقم وسیدنا انس بن مالک اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو پایا وہ بیان کررہے تھے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار والی رات کو حکم دیا تو غار کے دہانے پھر ایک درخت اُگا اور اُس نے اُسے چھپا دیا ،اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اُس نے غار کے دہانے پر ایک جال بُن دیا اور اُس دہانے کو چھپا دیا۔اور دو جنگلی کبوتریوں کو حکم دیا تو وہ غار کے منہ پر کھڑی ہوگئیں ۔اور قریش کے جوان اپنی لاٹھیوں، سامان جنگ اور تلواروں کے ساتھ وہاں آگئے حتیٰ کہ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (۴۰) چالیس ہاتھ دور تھے تو اُن میں کوئی غار کی طرف دیکھنے لگا اور کہا: میں نے غار کے دہانے پر دو کبوتروں کو دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ اُس میں کوئی

نہیں رسول اللہ ﷺ نے اُس کی یہ بات سن لی اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کے ذریعے ان لوگوں کو ہم سے دور کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے اُن ....

تخریج: ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ا ص ۲۲۸ وص ۲۲۹) ابن سید الناس نے ''عیون الأثر'' (ص ۲۲۰) عقیلی نے الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۴۲۲) اسماعیل الاصبہانی نے دلائل النبوۃ (ص ۶۷) ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۳۲۵) بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۴۸۱ وص ۴۸۲) اور خیثمہ نے ''فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' (ص ۱۳۶) میں ''مسلم بن إبراھیم: ثنا عون بن عمرو القیسي'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اِس کی سند ساقط (گری ہوئی) ہے۔ اِس میں دو علّتیں ہیں:

پہلی علت: عون بن عَمرو القیسي ہے ابن معین نے اس کے متعلق فرمایا: ''لا شئ'' یہ کچھ بھی نہیں (اِس کی کوئی حیثیت نہیں) اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ومجہول ہے۔

دوسری علت: ابومصعب المکی ہے۔ عقیلی نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔ اور ذہبی نے فرمایا: ''لا یعرف'' یہ پہچانا نہیں جاتا۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۲۶) لسان المیزان (ج ۷ ص ۱۰۶) اور عقیلی کی الضعفاء الکبیر (۳ ص ۴۲۳) علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۵۲) میں یہ روایت بیان کی پھر فرمایا: ''رواہ البزار وفیہ جماعۃ لم أعرفہم'' اسے بزار نے روایت کیا اور اِس کی سند میں راویوں کی ایک جماعت ہے جنھیں میں نہیں جانتا۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اسے بیان کیا اور پھر فرمایا: اس سند کے ساتھ یہ روایت نہایت ہی غریب ہے۔ (مطلب: انجانی اور غیر مشہور ہے)

روایت مذکورہ کی ایک اور سند:

امام احمد نے اِسے مسند (ج ا ص ۳۴۸) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۴۰۷) عبدالرزاق نے المصنف (ج ۵ ص ۳۸۹) اپنی تفسیر (ق ص ۹۲/ط) اور طبری نے تفسیر (۶ ص ۲۲۸) میں

''عثمان الجزري أن مقسماً مولی ابن عباس أخبرہ عن ابن عباس'' کی

سند سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

﴿ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ ...... ﴾

”اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں یہ چال سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں......“ (الانفال: ۳۰)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے متعلق فرمایا: قریش نے ایک رات مکہ میں مشاورت کی......تو وہ پہاڑوں پر چڑھ دوڑے اور غار کے قریب سے گزرے تو غار کے دروازے پر مکڑی کا جال دیکھا اور کہا کہ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے دروازے پر مکڑی کا یہ جال نہ ہوتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں اُس میں ٹھہرے رہے......

جرح: اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں عثمان بن عمرو بن ساج الجزری ہے اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ”لا یحتج بہ“ اس سے حجت نہ پکڑی جائے۔ عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث میں متابعت نہیں کی جاتی اور ابن حجر نے فرمایا: اس میں ضعف ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۳۱) تقریب التہذیب (ص ۳۸۶) امام ذہبی کی الکاشف (ج ۲ ص ۲۲۳) اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۷ ص ۲۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے طبرانی نے روایت کیا اس کی سند میں عثمان بن عمرو الجزری ہے ابن حبان نے اس کی توثیق کی اور دیگر نے اس کو ضعیف قرار دیا اس کے بقیہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۱۸۱) میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اس کی سند حسن ہے۔ اور ابن حجر نے بھی اُن کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۸۸) اس تحسین پر غور کی ضرورت ہے اس لئے کہ عثمان الجزری ضعیف الحدیث ہے (نہ کہ حسن الحدیث) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ الشیخ البانی نے بھی ”فقہ السیرۃ“ کی تخریج میں اسے ضعیف قرار دیا۔

اس روایت کی ایک اور سند:

ابو بکر المروزی نے ''مسند ابی بکر الصدیق'' (رضی اللہ عنہ) میں (ح ۷۳) اسے
"بشار الخفاف قال: حدثنا جعفر بن سليمان قال: حدثنا أبو عمران الجوني قال حدثنا المعلى بن زياد عن الحسن" کی سند سے بیان کیا کہ ''نبی کریم ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ہجرت کے سفر پر) نکلے اور غار میں داخل ہوئے، ایک مکڑی آئی اور اُس نے غار کے منہ پر ایک جال بنا......'' الحدیث

جرح: اس کی سند (بھی) ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: بشار بن الخفاف، ابن موسیٰ ہے اور یہ ضعیف اور کثیر الغلط ہے۔ جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۱۲۲) میں لکھا ہوا ہے۔

دوسری علت: ارسال ہے۔

اس حدیث کو علامہ البانی نے بھی تخریج فقہ السیرۃ میں ضعیف کہا (ص ۱۶۳)

عرضِ مترجم:

تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث تین سندوں سے مذکور ہے تینوں میں سے ہر ایک کا ضعف آپ کے سامنے ہے۔ باقی آپ ﷺ کا سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کا واقعہ قرآن واحادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ نیز غار ثور میں تین راتیں قیام فرمانا اور کفار کا آپ ﷺ کے تعاقب میں غار کے دہانے تک آ پہنچنا بھی احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ سورۃ توبہ: ۴۰، صحیح البخاری، کتاب الفضائل۔ البتہ غار کے دہانے پر درخت کا اُگنا، مکڑی کا جال بننا، دو کبوتروں کا کھڑا ہونا ثابت نہیں لہٰذا اس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارہواں قصہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سونے کا قصہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت

﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ﴾

''کہ جب کفار آپ کے متعلق یہ چالیں بنا رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں۔''

سے متعلق فرمایا: ایک رات قریش نے مکہ میں مشاورت کی۔ تو اُن میں سے کسی نے کہا صبح ہو تو انہیں رسیوں سے باندھ لو۔ ان (بدبختوں) کی اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس تھی اور کسی نے کہا کہ نہیں بلکہ انہیں مکہ سے نکال دو۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس پر اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے مبارک بستر پر وہ رات گزاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر ہجرت کے لئے) تشریف لے گئے یہاں تک کہ غار میں داخل ہو گئے۔ اور مشرکین ساری رات علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی کرتے رہے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہوئے۔ جب انہوں نے صبح کی تو اُن پر پل پڑے جب یہ دیکھا کہ یہ تو علی ہیں (رضی اللہ عنہ) پس، اللہ تعالیٰ نے اُن کا مکر اُنھی پر لوٹا دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا............ الحدیث۔ [یہ روایت ضعیف ہے۔]

تخریج: اِسے امام احمد نے مسند (ج۱ص۳۴۸) طبرانی (المعجم الکبیر ج۱۱ص۴۰۷) عبدالرزاق (المصنف ج۵ص۳۸۹، تفسیر ق۹۲/ط) میں اور طبری نے تفسیر (ج۹ص ۲۲۸) میں ''عثمان الجزري أن مقسما مولی ابن عباس أخبرہ عن ابن عباس'' کی سند سے اِسے روایت کیا۔

[علامہ الفوزی نے اس پر وہ تمام کلام نقل فرمایا جو اِس سے پہلے سترہویں (۱۷) قصہ میں گزر چکا ہے وہیں ملاحظہ کیجئے: مترجم]

اس روایت کی ایک اور سند:

طبری نے تفسیر (ج۹ص۲۲۸) میں "عبدالرزاق ..... قال سمعت أبي یحدث عن عکرمة " کی سند سے بیان کیا۔ کہ آیت بالا کی تفسیر میں عکرمہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کی طرف نکلے تو آپ نے علی کو حکم دیا تو وہ آپ ﷺ کے مبارک بستر پر سوئیں۔..................

اور مشرکین ساری رات اُن کی نگرانی کرتے رہے جب اُنھیں سویا ہوا دیکھا تو وہ

یہی سمجھتے رہے کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں تو انہیں (سویا ہوا) چھوڑے رکھا۔ جب انہوں نے صبح کی تو اُن پر چڑھ دوڑے۔ پس وہ تو اُن کے سامنے علی (رضی اللہ عنہ) تھے تو پوچھا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ تو اُن مشرکین نے آپ کی طلب میں بڑی مشقتیں اٹھائیں اور بہت خوار ہوئے۔

جرح: اِس کی سند میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: ہمام ابن نافع الحمیری، عبدالرزاق کے والد۔ تو یہ مقبول راوی ہیں التقریب (۵۷۴) تب جب اُن کی متابعت کی جائے ورنہ لین الحدیث ہیں۔

دوسری علت: ارسال۔

[عکرمہ تابعی ہیں رسول اللہ ﷺ سے ان کی روایت مرسل ہوئی۔ مترجم]

اِس حدیث کی ایک اور سند:

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں (ج ۳ ص ۱۸۳) اس "ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة بن الزبير" کی سند سے بیان کیا۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: ابن لہیعہ ضعیف ہے اس سے حجت نہیں لی جاتی۔

دوسری علت: الارسال۔

عرضِ مترجم:

اِس ضعیف روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سفرِ ہجرت کے لئے رات کو نکلے جبکہ صحیح روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت نکلے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"فبينما نحن يوماً جلوس في بيت أبي بكر في نحر الظهيرة۔ قال قائل لأبي بكر: هذا رسول الله ﷺ متقنعاً، في ساعة لم يكن يأتينا فيها فقال أبو بكر: فداء له أبي وأمي، والله ما جاءَ به في هذه الساعة إلا أمر ....((فإني قد أذن لي في الخروج)) فقال أبو بكر: الصحابة بأبي أنت يارسول

الله ! قال رسول الله ﷺ : "نعم" قال أبوبكر: فخذ بأبي أنت يا رسول الله! إحدى راحلتي ها تين ، قال رسول الله ﷺ : "بالثمن" قالت عائشة: فجهزنا هما أحثَّ الجهاز، وضعنا لهما سُفرة في جِراب .... قالت: ثم لحق رسول الله ﷺ وأبوبكر بغار في جبل ثور، ...."

اس دوران میں کہ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ تو اللہ کے رسول ﷺ (تشریف لا رہے) ہیں سر پر کپڑا باندھے ہوئے۔ آپ ایسے وقت تشریف لا رہے تھے کہ ایسے وقت آپ ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے تھے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔ اللہ کی قسم آپ اس وقت تشریف نہیں لائے مگر کسی خاص کام سے۔۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا باپ آپ پر قربان ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیمتاً لوں گا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم نے جلدی سے سامان سفر تیار کیا کچھ کھانا ایک چمڑے کے تھیلے میں...... پھر آپ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں آ ٹھہرے......

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، رقم الحدیث: ۳۹۰۵)

معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے۔

انیسواں قصہ: نبی اکرم ﷺ کا ایک قصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں ایک مجلس پر گزرے تو فرمایا: دونوں ہی خیر پر ہیں ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔

بہر حال یہ لوگ اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اُس کی طرف راغب ہیں اگر اللہ چاہے تو انہیں عطا فرمادے اگر چاہے تو منع فرمادے۔ اور رہے یہ لوگ تو یہ دین کی سوجھ بوجھ اور علم سکھا رہے ہیں تو یہ ان سے افضل ہیں اور میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ اُس محفل میں تشریف فرما ہوئے ۔ یہ سخت ضعیف روایت ہے۔

تخریج: یہ روایت بیہقی نے المدخل (ص ۳۰۶) میں ابن المبارک نے کتاب الزہد (۴۸۸) میں دارمی نے اپنی سنن (ج ۱ص ۹۹) میں خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ (ج ۱ص ۱۱) میں اور الطیالسی نے اپنی مسند (ص ۲۹۸) میں ''عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الأفریقي عن عبدالرحمٰن بن رافع عن عبداللہ بن بن عمرو'' کی سند سے بیان کیا۔

جرح: اس کی سند سخت ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عبدالرحمٰن بن زیاد انعم الافریقی ہے یہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

دوسری علت: عبدالرحمٰن بن رافع التنوخی ہے یہ ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۳۴۰)

یہ روایت ابن ماجہ نے اپنی سنن (ج ۱ص ۸۳ ح ۲۲۹) میں "داود بن الزبر قال عن بكر بن خُنيس عن عبدالرحمن بن زياد عن عبدالله بن يزيد عن عبدالله بن عَمرو" کی سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی سند بھی بودھی (کمزور) ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: داود بن الزبرقان الرقاشی ہے یہ متروک راوی ہے اور الازدی (بذاتِ خود مجروح) نے اِسے کذاب قرار دیا۔ (تقریب التہذیب ص ۱۹۸)

دوسری علت: عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب ص ۳۴۰)

حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں فرمایا: اِسے ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے ضعیف سند کے ساتھ بیان فرمایا۔

عرضِ مترجم:

علم کی فضیلت پر قرآن مجید کی بہت سی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث صحیح اور حسن سند سے ثابت ہیں پھر اس ضعیف روایت کو بیان کرنے کی کیا ضرورت

باقی رہتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا معلّم ہونا ایک بیّن حقیقت ہے قرآنی نصوص اس پر واضح دلالت کرتی ہیں جیسے آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴۔ الجمعۃ کی آیت نمبر ۲ جو ہمیں اس ضعیف روایت کے بیان کرنے سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

بیسواں قصہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر سمیت دجلہ عبور کرنے کا قصہ

ابن الرفیل سے روایت ہے کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نہر شیر نامی شہر میں پہنچے، یہ آبادی قریب یا نیچے کی جانب تھی۔ تو آپ نے کشتیاں طلب فرمائیں تاکہ لوگوں کو دریا پار کرا کر شہر کی پرلی (دوسری) جانب لے جائیں۔ تو انہیں کچھ نہ ملا، وہاں کے لوگوں نے اپنی کشتیاں روک لی تھیں۔ پس آپ ماہِ صفر کے چند دن نہر شیر شہر میں ہی مقیم رہے، آپ کے ساتھی اُتر کر دریا پار کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمین کی حفاظت اور اُن پر شفقت آپ کو روکے ہوئی تھی۔

یہاں تک کہ چند مدبر لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ کو دریا کے کم پانی والی جگہ بتلائی کہ جس سے پانی میں گھس کر وادی کی پشت کی جانب پہنچا جا سکتا تھا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا اور آپ کو اِس معاملہ میں تردّد رہا۔ اور اچانک دریا میں سیلاب آ گیا۔ پس سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ مسلمانوں کے گھوڑے دریا میں کود پڑے ہیں۔ اور سیلاب آنے سے ایک بہت بڑا معاملہ ہو گیا۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اِس خواب کی تعبیر کا عزم فرمایا دریا پار کر جانے کے خواب کا۔ تو آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور (خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور کہا: (اے لوگو!) تمہارے دشمن اِس دریا کی وجہ سے تم سے محفوظ ہیں۔ تم اُن تک نہیں پہنچ سکتے اور وہ جب چاہیں تم تک پہنچ جائیں۔ اور اپنی کشتیوں میں دور دور ہی سے تم پر (نیزوں، بالوں اور تیروں وغیرہ) سے حملہ کر دیں۔ اور تمہارے پیچھے کوئی ایسی چیز نہیں جس کا تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے پاس آئے، پس

میں تو یہ دریا پار کر کے اُن پر حملہ کر دینے کا پکا ارادہ کر چکا ہوں ۔ تو اُن سب لوگوں نے (جواباً) کہا۔ اللہ رب العالمین ہمارے اور آپ کے لئے بھلائی کے ساتھ اس عزم کو پورا کرے ۔ آپ ایسا ہی کر دیجئے جس کا آپ نے عزم فرمایا۔

تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دریا پار کرنے کے لئے آمادہ کیا اور فرمایا: کون ابتدا کرتا ہے کہ ہمارے لئے گھاٹ کو محفوظ کرے یہاں تک کہ لوگ اُس سے آملیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں خروج سے روکیں؟

تو عاصم بن عمر اس پر سب سے پہلے تیار ہوئے اُن کے بعد مختلف علاقوں کے چھ سو (۶۰۰) افراد اور بھی تیار ہو گئے ۔ آپ نے عاصم کو اُن پر امیر بنایا۔ عاصم اُن کے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ دجلہ کے کنارے آ کھڑے ہوئے اور کہا، کون میرے ساتھ تیار ہوتا ہے کہ تمہارے دشمنوں سے گھاٹ کو محفوظ کر لیں؟

تو اُن میں سے ساٹھ (۶۰) آدمی تیار ہو گئے ۔ تو عاصم نے انہیں آدھا آدھا یعنی برابر تقسیم کیا اور انہیں گھوڑے اور گھوڑیوں پر سوار کیا تا کہ گھوڑوں کو پانی میں تیرنے میں آسانی ہو۔ تو جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عاصم کو گھاٹ پر دیکھا کہ انہوں نے اس کی حفاظت کر رکھی ہے ۔ تو لوگوں کو بھی دریا میں گھس جانے کی اجازت دی اور فرمایا: تم یوں کہو

"نستعين بالله نتوكل عليه ، و حسبنا الله ونعم الوكيل ،
لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم"

''ہم اللہ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ہر قسم کی قوت اور طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

پس وہ بڑا لشکر بھی اُن کے ساتھ جا ملا ۔ اور وہ اتھاہ گہرائی پر سوار ہو گئے ۔ اور دجلہ (جوش سے) جھاگ اُگل رہا تھا۔

اور لوگ اپنے تیرنے کے دوران میں باتیں کر رہے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے ، اور یہ باتیں اس طرح کر رہے تھے جس طرح کہ زمین پر اپنی چلت پھرت کے

دوران میں کرتے تھے۔ پس انہوں نے اہل فارس کو ایسی ناگہانی صورت حال سے دوچار کر دیا کہ اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اور انہیں مغلوب کر دیا اور اُنھیں اُن کے اموال لدوانے میں جلدی کرادی۔ مسلمین صفر ۱۶ھ میں نھر شہر فارس میں داخل ہوئے۔ اور ہر وہ چیز اُن کے قبضہ میں آ گئی جو کسریٰ کے مکانوں سے باقی رہ گئی تھی تین ارب کے خزانے پر قبضہ کرلیا اور جو کچھ کسریٰ کے بعد "شیرویہ" نے جمع کر رکھا تھا۔ [یہ من گھڑت واقعہ ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں (ج۲ص۵۷۴و ص۵۷۵ ح۵۲۲)

"أبو عبيدة السري بن يحيى السري: ثنا شعيب بن إبراهيم: ثنا سيف بن عمر التيمي عن محمد وطلحة والمهاب وعمرو سعيد والنضر عن ابن الرفيل" کی سند سے قصہ بیان کیا۔

جرح: میں کہتا ہوں اِس کی سند موضوع ہے۔ اس میں سیف بن عمر التیمی راوی ہے اِس کے متعلق ابو داود نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں، ابو حاتم نے فرمایا: متروک ہے، ابن حبان نے فرمایا: ثقہ وثبت راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور فرمایا: یہ احادیث گھڑتا ہے اور یہ زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔ ابن معین نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے فلس (ایک پیسہ) اس سے بہتر ہے اور سب نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ اور اسے زندقہ کے ساتھ متہم کیا گیا۔ نسائی و دارقطنی نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: اس کی حدیث منکر ہے۔

حوالے: دیکھئے۔ میزان الاعتدال (ج۲ص۲۵۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج۲ص۳۵) تہذیب (ج۴ص۲۵۹) حلبی کی "الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث (ص۱۳۱) ابن حبان کی المجروحین (ج۱ص۳۴۵) اور اسی سند سے طبری نے اپنی تاریخ (ج۴ص۸و ص۱۰) میں یہ روایت بیان کی ہے۔

شواہد: اس روایت کے شواہد میں ابو عثمان النہدی، ابو بکر بن حفص بن عمر، عمیر الصائدی، قیس بن ابی حازم، حبیب بن صہبان ابو مالک اور عبداللہ بن ابی طیبہ کی روایات ہیں۔

(۱) روایت ابو عثمان النہدی:

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷٦) میں طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۰، ص ۱۱) میں ''شعیب عن سیف عن رجل عن أبي عثمان'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی اپنی پچھلی سند کی طرح ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: سیف جو کہ ابن عمر التیمی ہے اور یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

دوسری علت: اِس سند میں ''رجل'' مجہول ہے۔

دوسرا شاہد: ابوبکر بن حفص بن عمر کی روایت۔ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷٦) میں اور طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۱) میں "شعیب عن سیف عن بدر بن عثمان أبي بکر بن حفص بن عمر" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

میں کہتا ہوں اس کی سند بھی اپنی پچھلی سند جیسی ہے۔ (سیف بن عمر کذاب اِس سند میں بھی ہے)

تیسرا شاہد: عمیر الصائدی کی روایت:

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷۷) میں طبری نے تاریخ (ج ۴ ص ۱۲، ص ۱۳) میں ''شعیب عن سیف عن القاسم بن الولید عن عمر الصائدي'' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند بھی ویسی ہی ہے۔

(سیف بن عمر اس سند میں بھی ہے)

چوتھا شاہد: قیس بن ابی حازم کی روایت:

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں (ج ۲ ص ۵۷۷) طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۳) ''شعیب عن سیف عن إسماعیل ابن أبي خالد عن قیس بن أبي حازم'' کی سند سے یہ قصہ روایت کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے۔

پانچواں شاہد: "حبیب بن صهبان أبي مالك" کی روایت:

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۵۷۷ و ص ۵۷۸) میں، طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۲) میں ''شعیب عن سیف عن الأعمش عن حبیب بن صهبان أبي مالک'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے، اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: سيف بن عمر التيمي

(۲) اعمش اور یہ سلیمان بن مہران الاسدی ہیں (بشرطِ صحت) جو کہ مدلس ہیں۔
یہ روایت عن سے بیان کی سماع یا تحدیث کی صراحت نہیں کی۔

(دیکھئے تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۶۷)

چھٹا شاہد: عبداللہ بن ابی طیبہ کی روایت:

طبری نے اپنی تاریخ (ج ۴ ص ۱۰) میں ''شعیب عن سیف عن الولید بن عبداللہ بن أبي طيبة عن أبيه'' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی پچھلی سند کی طرح ہے۔

عرضِ مترجم:

اِس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ سیف بن عمر کی گھڑنت ہے اور اِس نے اس کے لئے بہت سی سندیں گھڑ دیں مندرجہ بالا تمام اسناد میں یہ جلوہ نما ہے۔ بہت سے لوگ سمندروں، دریاؤں پر چلنے اور اس طرح چلنے کے پاؤں کے تلوے تک نہ بھیگے یا زمین پر چلت پھرت کی طرح چلنے کے بہت سے ''معجزہ نما'' من گھڑت قصے ''کرامات'' کے نام پر بیان کرتے اور ایجاد کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔

وہ اِس قسم کی روایات بیان کر کے اپنے ''دیو مالائی'' قصوں کو تقویت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پھر بڑے فخر سے حوالے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں کتب میں بھی اس طرح کے قصے مذکور ہیں۔ جب کہ اس قسم کے قصے محض داستانیں ہیں وہ خالصتاً گھڑے ہوئے ہیں۔ ان روایات پر اپنے قصوں کی بنیاد رکھنا خلا میں بنگلہ بنانے کے خواب کی طرح ہے، جو پورا ہونا ممکن نہیں۔

اکیسواں قصہ: اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا

(مروی ہے) سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی

اور فرمایا:

((لا تنسنا یا أخي من دعائك))

''اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔''

تخریج: یہ روایت ابو داود (ج ۲ ص ۸۰ ح ۱۴۹۸) ترمذی (ج ۵ ص ۵۵۹ ح ۳۵۶۲ وقال: ''حسن صحیح'') ابن ماجہ (ج ۲ ص ۹۶۶ ح ۲۸۹۴) احمد (ج ۱ ص ۲۹ ح ۱۹۵) ابن السنی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۸۶ ح ۳۸۵) ابن حبان (المجروحین ج ۲ ص ۱۲۸) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۶) اور بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۵۱) نے

"عاصم بن عبيد الله عن سالم بن عبدالله عن أبيه" کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں عاصم بن عبید اللہ بن عاصم المدنی (العدوی) ہے، وہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۸۵ رقم: ۳۰۶۵) میں ہے۔

اسے احمد بن حنبل، ابن معین، ابن سعد، مالک (؟) جوزجانی، بخاری، نسائی، ابن خزیمہ، دارقطنی اور ابن عدی نے ضعیف قرار دیا۔ ابو حاتم نے فرمایا: منکر الحدیث اور مضطرب الحدیث ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۴۲) ذہبی کی المغنی فی الضعفاء (ج ۱ ص ۳۲۱)

اس روایت کو عاصم بن عبید اللہ سے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جیسے: شعبہ، قبیصہ، قاسم بن یزید اور وکیع نے سفیان ثوری سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

سمعانی نے ادب الاملاء (ص ۳۶) میں شعبہ عن عاصم کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (ج ۱۱ ص ۳۹۶) میں ''أسباط عن سفيان الثوري عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر'' رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

یہ روایت دو وجہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) اسباط بن محمد اگرچہ ثقہ ہیں لیکن سفیان ثوری سے ان کی روایات ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا ''ثقة ضعف في الثوري'' ثقہ ہے ثوری کی روایت میں اسے ضعیف قرار دیا

گیا۔(التقریب: ۳۲۰)اور ابن معین نے فرمایا: لیکن ثوری سے احادیث بیان کرنے میں یہ غلطیاں کرتا تھا۔(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳۰۸۵)

[معلوم ہوا کہ یہ جرح خاص ہے۔مترجم]

(۲) اسباط کی یہ روایت ثقات کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔اس روایت کو احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح (ج ا ص ۲۴۰) اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع (ص ۹۰۶) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

[(۳) اسباط بن محمد کی یہ روایت اگر سفیان ثوری سے ثابت ہوتی تو بھی ان کی تدلیس/عن کی وجہ سے ضعیف و مردود تھی۔]

عرضِ مترجم:

ثانی الخلفاء الراشدین، فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل بکثرت صحیح احادیث سے ثابت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر پر اکثر آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ رہتا لہٰذا آپ کے فضائل وشان وعظمت کے لئے صحیح احادیث بہت کافی ہیں۔ضعیف روایات سے آپ کی شان بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بائیسواں قصہ: سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک قصہ

قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں:

سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے صحبت کی، تو اُن کی زوجہ نے ان سے کہا کہ آپ نے ایسا کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: لیجئے میں تو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔

تو آپ کی زوجہ نے فرمایا: آپ قرآن مجید نہ ہی پڑھیں جبکہ آپ جنبی ہیں۔تو انہوں نے کہا میں آپ کے لئے پڑھتا ہوں اور کہا:

شهدتُ بأن وعدالله حق وأن النار مثوى الكافرينا

وأن العرش فوق الماء طافٍ وفوق العرش رب العالمينا
وتحمله ملائكة كرام ملائكة الإله مسومينا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور جہنم کفار کا ٹھکانا ہے
اور عرش پانی کے اوپر تیرنے والا ہے اور عرش پر رب العالمین ہے
اور عرش کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اللہ کے نشان زدہ فرشتے ہیں

تو ان کی زوجہ نے کہا: میں ایمان لائی اور اپنے دیکھنے کو جھٹلایا۔

[یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: یہ روایت (عثمان بن سعید) الدارمی نے الرد علی الجہمیۃ (ص ۴۸ ح ۸۲) میں ''یحییٰ بن أیوب حدثني عمارۃ بن غزیۃ عن قدامۃ بن إبراہیم بن محمد حاطب'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب ہے جو کہ حافظ ابن حجر کی اصطلاح میں مقبول یعنی مجہول الحال راوی ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۴۵۴ ت ۵۵۲۵) میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کی متابعت ہو تو مقبول ہے وگرنہ یہ لین الحدیث ہے اور یہ چھوٹا تابعی ہے جیسا کہ ''الاصابۃ'' (ج ۴ ص ۲۷۸) میں لکھا ہوا ہے۔ پس عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت منقطع ہے۔

سیدنا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

حافظ ذہبی نے ''العلو'' (ص ۴۲) میں اس روایت کو منقطع ہونے کی وجہ سے معلول (ضعیف) ٹھہرایا ہے۔

(دوسری سند) سبکی نے طبقات الشافعیۃ (ج ۱ ص ۱۳۹ دوسرا نسخہ ۲۶۴/۱، ۲۶۵) ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۸۹/۳۰) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج ۱ ص ۲۳۸) میں ''عبدالعزیز بن أبي سلمۃ عمن حدثہ عن عبداللہ بن رواحۃ رضي اللہ عنہ'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

یہ سند اعضال (انقطاع) اور جہالت (کہ عبدالعزیز سے کس نے یہ قصہ بیان کیا؟) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دار قطنی نے اپنی سنن (ج ۱ص ۱۲۰ ح ۴۲۶) میں "ابو نعیم: ثنا زمعة بن صالح عن سلمة بن وهرام عن عكرمة" کی سند سے یہی قصہ مرسلاً بیان کیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: زمعہ بن صالح الجندی ہے جو کہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۱۷ ت ۲۰۳۵) میں ہے۔

دوسری علت: ارسال ہے یعنی روایت مرسل (منقطع) ہے۔

اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں اور یہ ضعف ایسا ہے کہ بعض بعض کو تقویت نہیں پہنچاتا۔

علامہ نووی نے المجموع (ج ۲ص ۱۵۹) میں فرمایا: اس قصہ کی سند ضعیف و منقطع ہے۔

عرضِ مترجم:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا نصوصِ قرآن مجید واحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، سلف صالحین سے بھی یہ عقیدہ ثابت ہے۔

اور یہ کہ لونڈی سے صحبت حلال ہے جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے لہٰذا اس کی تاویل کی سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ یہ کوئی معیوب عمل نہ تھا۔

امام ابن عبدالبر "الاستیعاب" (ج ۱ص ۲۹۶) میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں اور اس کی تصحیح کی طرف مائل ہیں۔ ابن القیم رحمہ اللہ نے "اجتماع الجیوش الاسلامیہ" (ص ۱۴۵) میں ان کا یہ کلام نقل فرمایا اسی طرح ابن قدامہ نے "اثبات صفت العلو" (ص ۹۹) میں ذکر کیا۔ دونوں نے ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے کلام کی تائید فرمائی ہے۔ لیکن دلائل وبراہین سے ان کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی چونکہ اس روایت کے تمام طرق سخت ضعیف اور منقطع ہیں۔

اس قصہ کے بعض طرق میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ صبح کے وقت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ بات بتلائی اس پر آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک دکھائی دیئے۔

گویا نبی کریم ﷺ نے ان کے اس عمل پر ان سے موافقت فرمائی۔ جبکہ اس قصہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ ﷺ نے چند اشعار کو اللہ کا کلام قرآن مجید قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا تو ذکر رہنے دیجئے کہ آپ سے بڑھ کر اللہ اور بندوں کے معاملہ میں کوئی امین ہو ہی نہیں سکتا۔ ایسی بات کا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق بھی تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے یا کسی دوسرے کے کلام کو اللہ کا کلام گمان کرائیں۔ (کلا وقلا) وہ ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ اللہ کے اس فرمان کو جاننے والے تھے کہ:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾ (الصف:۷)

''اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑے۔''

اس قصہ کی من جملہ دیگر قباحات کے ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف عمداً اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھنے کی تہمت ہے پھر اس قصہ میں یہ بات بھی ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چند اشعار کو قرآن مجید قرار دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴾ یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ (الحاقۃ:۴۱)

اس قصہ میں سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جو اشعار بیان ہوئے ہیں وہ مختلف ہیں بعض طرق میں وہ اشعار بیان ہوئے جو صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں لیکن اس قصہ کے بغیر جیسا کہ صحیح البخاری، کتاب التہجد باب فضل من تعار من اللیل فصلی میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں۔

وفينا رسول الله يتلو كتابه　　إذا انشق معروف من الفجر ساطع

أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا　　به موقنات أن ما قال واقع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه　　إذا استثقلت بالمشركين المضاجع

اور ہمارے درمیان اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں جو اللہ کی کتاب تلاوت کرتے ہیں۔

جس وقت کہ معروف چیز (مطلب) بلند ہونے والی صبح کی پو پھوٹتی ہے۔

انہوں نے ہمیں ہدایت دکھلائی اندھے پن کے بعد بس ہمارے دل اس پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ یہ فرمائیں گے ضرور واقع ہوگا۔

آپ ﷺ اس طرح رات گزارتے ہیں کہ اپنا پہلو بستر سے جدا رکھتے ہیں جبکہ مشرکین بوجھل جسم کے ساتھ بستروں پر پڑے ہوتے ہیں۔

یہ اشعار تو صحیح سند سے ثابت ہیں۔ لیکن اس سے قصہ صحیح ثابت نہیں ہو جاتا اور قصہ کے ضعف سے ان اشعار کا ضعف لازم نہیں آتا۔ (ماخوذ از قصص لا تثبت ج ا ملخصا)

تیئسواں قصہ: جنگِ بدر میں سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح کا اپنے والد کو قتل کر دینے کا قصہ

عبداللہ بن شوذب سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے والد جراح نے اپنے بیٹے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہتھیار تیار کئے۔ ابو عبیدہ ان سے کنارہ کشی کرتے رہے جب جراح کے حملوں میں اضافہ ہوا تو ابو عبیدہ ان کی طرف لپکے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ جب انہوں نے اپنے والد کو قتل کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ...... ﴾ الآية

"اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی قوم کو آپ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہیں پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے......" (المجادلة: ٢٢)

[یہ قصہ باطل ہے۔]

تخریج: یہ روایت حاکم نے مستدرک (ج ٣ ص ٢٦٥ ح ٥١٥٢) اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج ٩ ص ٢١) میں " الربیع بن سلیمان: ثنا أسد بن موسی :ثنا ضمرة بن ربیعة عن عبداللہ بن شوذب" کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے اس سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں اس لئے کہ عبداللہ بن شوذب ساتویں طبقہ سے ہیں (وہ غزوۂ بدر کے موقع پر پیدا بھی

نہیں ہوئے تھے) اور انہوں نے اسے مرسلاً (منقطع) بیان کیا ہے۔

بیہقی نے انقطاع کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ اسی سند سے یہ روایت ابن حجر نے التلخیص الحبیر (ج ۴ ص ۱۰۲ ح ۱۸۵۹) میں ذکر کر کے کہا: واقدی (کذاب) اس قصہ کا انکار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا: ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے والد اسلام سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔

عرضِ مترجم:

بلاشبہ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھ کر محبت کرنے والے تھے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے تھے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات بھی ملتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ سنداً ثابت نہیں۔

چوبیسواں قصہ: سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا قصہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لائیں، آپ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے رخِ انور پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت حدِ بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کے جسم میں سے اس کے علاوہ کچھ نظر آئے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا: یعنی ہتھیلیوں اور چہرے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آنا چاہئے۔

[یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابو داود (ج ۴ ص ۶۲ ح ۴۱۰۴) بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶، ج ۷ ص ۸۶، السنن الصغیر تعلیقاً ج ۳ ص ۱۲، الآداب ص ۲۹۹ ح ۸۷۷) اور ابن عدی (الکامل ج ۳ ص ۱۲۰۹) نے "الولید بن مسلم عن سعید بن بشیر عن قتادۃ عن خالد بن دُرَیك عن عائشۃ رضی اللہ عنہا" کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند بے کار (مردود) ہے، اس میں چار علتیں ہیں:

پہلی علت: الولید بن مسلم الدمشقی ہیں اور یہ مدلس ہیں، انہوں نے یہ روایت "عن" سے بیان کی ہے اور تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی۔

دوسری علت: سعید بن بشیر الازدی ہے اور یہ ضعیف ہے۔

تیسری علت: قتادہ بن دعامہ ہیں، یہ مدلس ہیں۔ قتادہ نے یہ روایت "عن" سے بیان کی ہے اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

چوتھی علت: انقطاع ہے خالد بن دریک اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان۔

حوالے: دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۲۳۴، ۵۸۴) ابوداود نے کہا: یہ مرسل روایت ہے، خالد بن دریک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۸۶) اور طبرانی (المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۴۳) نے "ابن لهيعة عن عياض بن عبدالله الفهري عن إبراهيم بن عبيد بن رفاعة الأنصاري عن أبيه عن أسماء بنت عميس رضي الله عنها" کی سند سے (بھی) یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس روایت کی سند بھی سابقہ روایت کی طرح ضعیف ہے۔ اس میں تین علتیں ہیں:

پہلی علت: عبداللہ بن لہیعۃ الحضرمی ہے۔ محدثین نے اسے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری علت: عیاض بن عبداللہ الفہری کا ضعف ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کے متعلق فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، ابوحاتم نے فرمایا: قوی نہیں ہے، الساجی نے فرمایا: ابن وہب نے اس سے روایات بیان کی ہیں اس میں "نظر" ہے، احمد بن صالح نے فرمایا: مدینہ میں اس کی شان ثابت ہے اس کی احادیث میں کچھ (گڑبڑ) ہے۔

تیسری علت: عبید بن رفاعۃ الانصاری ہے۔ بخاری اسے التاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۴۴۷) میں اور ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۴۰۶) میں لائے ہیں لیکن نہ تو اس پر جرح کی نہ ہی اس کی تعدیل پس یہ (الشیخ فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔

ابن حبان و عجلی نے اس کی توثیق کی اور یہ مخفی نہیں کہ ان دونوں کی توثیق میں نرمی و

تساہل ہے، جس پر (الشیخ فوزی کے نزدیک) اعتماد نہیں کیا جاتا۔

دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج۵ص ۳۲۷، ج۸ص ۱۸۰)، میزان الاعتدال (ج۳ص ۱۸۹) اور بیہقی نے فرمایا: اس کی سند ضعیف ہے۔ ابوداود نے مراسیل (ص۳۱۰) میں ''محمد بن بشار: حدثنا ابن داود: حدثنا ہشام عن قتادۃ'' کی سند سے اسے مرسلاً بیان کیا۔ فوزی کہتے ہیں: اور یہ معلوم و معروف بات ہے کہ قتادہ کی مرسل روایات ضعیف ترین مراسیل ہیں۔

[تنبیہ: امام عجلی رحمہ اللہ کو فوزی وغیرہ کا متساہل کہنا بے دلیل، اور غلط ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ عبید بن رفاعہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں لیکن یہ سند عبید سے ثابت ہی نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح جرح و تعدیل پر اکتفا کر کے غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔]

عرضِ مترجم:

استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ میں اس روایت کو ولید بن مسلم اور قتادہ کی تدلیس، سعید بن بشیر کے ضعیف ہونے اور انقطاع کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ص۴۰۴ و نیل المقصود: ۴۱۰۴)

جو حضرات خواتین کے لئے چہرے کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے وہ اس روایت کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں لیکن درج بالا شدید جرح سے واضح ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ اس موضوع پر اہلِ علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ غور کیا جائے تو چہرہ انسان کے لئے بڑے فتنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پردے کا خاص اہتمام کریں۔

پچیسواں قصہ: سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا حارث بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا:

اے حارث! تم نے کس طرح صبح کی؟ حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو؟ یقیناً ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے!
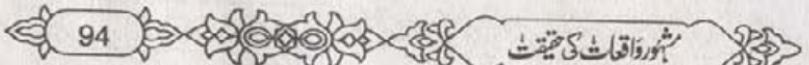
حارث نے عرض کی: کیا میں نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی اور اپنے دن کے اوقات میں پیاسا نہ رہا (دن میں روزے سے رہا) اور اپنی رات میں (قیام اللیل کے لئے) جاگتا رہا گویا کہ میں اپنے رب کا عرش نمایاں طور پر دیکھ رہا ہوں گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں وہ اس میں ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں گویا کہ میں اہل جہنم کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ اس میں چیخ و پکار کر رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حارث! تو نے پہچان لیا پس اسے لازم پکڑ لے۔ آپ نے تین بار یہ ارشاد فرمایا:

[یہ روایت ضعیف ہے۔]

تخریج: یہ روایت عبد بن حمید (المنتخب ج۱ص۲۰۶ح۴۴۴) السلمی (الاربعین ص۵،۶) طبرانی (المعجم الکبیر ج۳ص۲۶۶ح۳۳۶۷) اور بیہقی (شعب الایمان ج۷ص۳۶۳ح ۱۰۵۹۱) نے "ابن لهيعة: ثنا خالد بن يزيد السكسكي عن سعيد بن أبي هلال المدني عن محمد بن أبي الجهم عن الحارث بن مالك الأنصاري رضي الله عنه" کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں ابن لہیعہ عبداللہ الحضرمی ہیں جسے محدثین نے (اختلاط اور تدلیس وغیرہ کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج۵ص۳۲۷) میزان الاعتدال (ج۳ص۱۸۹) حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۱ص۵۷) میں اس روایت کو ذکر کیا اور کہا: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں بیان کیا اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور ایسے بھی راوی ہیں جن کا حال جاننے کی ضرورت ہے یعنی اس سند میں مجہول الحال راوی ہیں۔

دوسری سند: طبری نے المنتخب (۵۸۸) میں "سهل بن موسى الرازي قال: حدثنا الحجاج بن مهاجر عن أيوب بن خوط عن ليث عن زيد بن رفيع عن الحارث بن مالك رضي الله عنه" کی سند سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

اس کی یہ سند تاریک ہے اس میں تین علتیں ہیں:

پہلی علت: ایوب بن خوط البصری ہے اس کے متعلق نسائی، دار قطنی، ابن المبارک اور ابن حجر نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے۔ ازدی نے کہا: یہ کذاب راوی ہے۔

دوسری علت: لیث بن ابی سلیم ہے اور یہ (بُرے حافظے کی وجہ سے) متروک راوی ہے۔
تیسری علت: زید بن رفیع ہے، اسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا اور نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں۔
حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج۱ص ۲۸۶، ج۲ص۲۹۳) تقریب التھذیب (ص۱۱۸، ۴۶۴) اور لسان المیزان (ج۲ص ۵۰۷)
تیسری سند: بیہقی نے الزھد الکبیر (ص۳۵۵ ح ۹۷۳) میں " أبوفروۃ یزید بن محمد بن یزید بن سنان: ثنا زید بن أبي أنیسۃ عن عبدالأ کرم عن الحارث ابن مالک رضي اللہ عنہ" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس کی سند انتہائی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: ابوفروہ یزید بن محمد بن یزید بن سنان ہے، ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل (ج۹ص ۲۸۸) میں اس کا نام لائے ہیں اور اس پر نہ جرح ذکر کی نہ تعدیل تو یہ (الشیخ فوزی کے نزدیک) مجہول ہے۔
[اس مشہور آدمی کو ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۷۶/۹) اور ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۵۵۵/۱۲) میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بغیر کسی دلیل کے اسے احد الضعفاء کہا۔ (البدایۃ والنہایہ ۴۷/۱۱) یہ ۲۶۹ھ میں فوت ہوا تھا۔ واللہ اعلم ز/ع]

دوسری علت: عبدالاکرم مجہول ہے۔
چوتھی سند: بزار نے اپنی مسند (ج۴ص ۲۶) بیہقی نے شعب الایمان (ج۷ص۳۶۲ ح ۱۰۵۹۰) اور حکیم ترمذی نے (الصلاۃ ص۷۳، ۹۸، نوادر الاصول ص۲۷، ۳۷۱) میں "یوسف بن عطیۃ البصري عن ثابت عن أنس" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی سند بے کار ہے اس میں یوسف بن عطیہ البصری ہے جس کے متعلق ابو حاتم، ابوزرعہ اور دار قطنی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی نے فرمایا: یہ متروک ہے اور ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں ابن حبان نے فرمایا: یہ احادیث میں الٹ پلٹ کر دیتا اور اسانید صحیحہ کے ساتھ موضوع احادیث لگا دیتا تھا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، ابن حجر نے فرمایا: یہ

متروک ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ٦ ص ١٤٢) تقریب التہذیب (ص ٦١١) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ٣ ص ٢٢١) بیہقی نے فرمایا: یہ منکر روایت ہے، اس میں یوسف کو خبط ہوا ہے، ایک بار کہا: حارث نے بیان کیا اور ایک بار کہا کہ حارثہ نے۔ دیکھئے الاصابۃ (ج ا ص ٢٨٩) حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ٤ ص ٢٢٠) میں فرمایا: بزار نے اسے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی نے حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے، یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں یوسف کے ذکر میں اس کی بعض منکر روایات ذکر کی ہیں جن میں یہ روایت بھی بیان کی۔ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ا ص ٥٧) میں فرمایا: اسے بزار نے روایت کیا اور اس کی سند میں یوسف بن عطیہ ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ١١ ص ٤٣) اور "الایمان" (ص ٣٨) میں "ابن نمير قال: حدثنا مالك بن مغول عن زبيد قال: قال رسول الله ﷺ" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ فوزی کہتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا:

یہ معضل (سخت منقطع) روایت ہے۔ اس لئے کہ زبید چھٹے طبقے سے ہیں اور اس طبقہ کے کسی فرد نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں صراحت کی ہے ..... یہ روایت عبد بن حمید، طبرانی اور ابو نعیم وغیرہم نے ضعیف سند سے بیان کی۔ اور اس روایت کو حکیم ترمذی نے الصلاۃ (ص ٧٣) اور نوادر الاصول (ص ٣٧١) میں "عبدالعزيز بن أبي داود" کی سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند معضل (سخت منقطع) ہے۔

ذہبی نے المیزان (ج ٣ ص ٢٩) میں "جرير بن عتبة بن عبدالرحمٰن: حدثني أبي قال: حدثنا أنس بن مالك" کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

یہ سند کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: جریر بن عتبہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ ابو حاتم نے اس کے متعلق فرمایا: یہ مجہول ہے۔
دوسری علت: جریر کے والد عتبہ ہیں جو کہ متکلم فیہ راوی ہیں۔
دیکھئے میزان الاعتدال (ج ا ص ۳۹۶، ج ۳ ص ۲۸) اور عتبہ بن عبدالرحمٰن الحرستانی کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے فرمایا: ان سے ان کے بیٹے جریر نے دو باطل روایات بیان کی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ آفت اس کی طرف سے ہے یا اس کے بیٹے کی طرف سے۔
ان دو روایات میں سے ایک یہی ہے۔

ایک اور سند: اور اسی طرح ذہبی نے میزان الاعتدال (ج ا ص ۹۰) میں "أحمد بن الحسن بن أبان عن أبي عاصم عن شعبة وسفيان عن سلمة بن كهيل عن أبي سلمة عن أبي هريرة" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔
یہ سند گھڑی ہوئی ہے، اس سند میں احمد بن الحسن بن ابان راوی کذاب ہے، یہ دجال ہے حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

ایک اور سند: ابن المبارک نے "الزہد" (ص ۱۰۵) اور عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ۱۷۱/۲) میں "معمر عن صالح بن مسمار أن رسول الله ﷺ" کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ اس کی سند معضل (منقطع) ہے۔ اس کی سند سے تین یا تین سے زائد راوی ساقط ہیں۔ اس لئے کہ صالح بن مسمار ساتویں طبقہ سے ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۲۷۴) میں ہے اور یہ روایت انہوں نے مرسل بیان کی ہے۔ ابن حجر نے الاصابۃ (ج ا ص ۲۸۹) میں فرمایا: یہ روایت معضل ہے۔ ابن صاعد نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ صالح بن مسمار نے ایک حدیث کے علاوہ کوئی حدیث مسند بیان کی ہو اور یہ حدیث موصولاً ثابت نہیں۔

عبدالرزاق نے المصنف (ج ۱۱ ص ۱۲۹) اور بیہقی نے شعب الایمان (ج ۷ ص ۳۶۳) میں "معمر عن صالح بن مسمار و جعفر بن برقان أن النبي ﷺ" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ سند بھی سابقہ سند کی طرح ہے اور بیہقی نے اسے "انقطاع" کی وجہ سے معلل (ضعیف) قرار دیا ہے۔

ایک اور سند: عبدالرزاق نے اپنی تفسیر (ق ص ۱۷۱/۲) میں "عمرو بن قيس

السملا ئي عن زيد السلمي قال: قال النبي ﷺ" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔اس کی سند اعضال (انقطاع) اور زید السلمی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک اور سند: ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۱۱ص ۴۲) اور الایمان (ص ۳۷) میں "أبو معشر عن محمد بن صالح الأنصاري" کی سند سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف بن مالک سے ملاقات کی تو فرمایا: اے عوف بن مالک! آپ نے کیسے صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے سچے مومن کی حیثیت سے صبح کی...... الحدیث

فوزی فرماتے ہیں: البانی نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں فرمایا: یہ ضعیف مرسل روایت ہے اس لئے کہ محمد بن صالح الانصاری التمار المدنی تبع تابعین میں سے ہیں آپ صدوق تھے لیکن غلطیاں کرتے تھے جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے اور ابو معشر کا نام نجیح بن عبدالرحمٰن ہے اور یہ ضعیف ہے۔

ایک اور سند: القضاعی نے مسند الشہاب (ج ۲ص ۱۲۷) میں "إسحاق بن عبدالله ابن كيسان عن أبيه عن ثابت عن أنس" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے، فرمایا: اے معاذ! تو نے کس طرح صبح کی؟ معاذ نے عرض کی: اس حال میں صبح کی کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا تھا...... الحدیث

اس کی سند انتہائی کمزور ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: اسحاق بن عبداللہ بن کیسان ہے۔ ابو احمد الحاکم نے اسے ضعیف قرار دیا اور امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔

دوسری علت: اسحاق کا والد عبداللہ بن کیسان المروزی ہے۔

امام بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔

ابو حاتم نے کہا: ضعیف ہے اور نسائی نے کہا: قوی نہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۱۹۴/۱، ۱۸۹/۳) اور لسان المیزان (۳۶۵/۱)

[خلاصۃ التحقیق: معلوم ہوا کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔]

چھبیسواں قصہ: یوم عرفہ میں نبی ﷺ کی دعا کا قصہ

عباس بن مرداس السلمی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لئے دعا مانگی تو آپ ﷺ سے کہا گیا: ''میں نے انہیں بخش دیا سوائے ظالم شخص کے، میں ظالم سے مظلوم کا حق ضرور لوں گا'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے دے اور ظالم کو (بھی) بخش دے''؟ اس شام آپ کو اس کا جواب نہیں دیا گیا جب صبح آپ مزدلفہ تشریف لائے تو آپ نے پھر اس دعا کا اعادہ فرمایا، آپ ﷺ نے جو مانگا وہ آپ کو عطا کیا گیا، تو رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے یا (راوی نے کہا:) مسکرائے، تبسم فرمایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے کہا: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس وقت ہنستے تو نہیں؟ کس بات نے آپ کو ہنسایا؟ اللہ آپ کو مسکراتا رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی اور میری امت کو بخش دیا تو وہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ وہ اپنی مصیبت و ہلاکت و بربادی کو رونے لگا، اس کی اس مایوسی کو دیکھنے نے مجھے ہنسایا۔

[سخت ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: اسے ابوداود (ج ۵ ص ۳۵۹ ح ۵۲۳۴ مختصراً) ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۰۰۲ ح ۳۰۱۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۱۸، شعب الایمان ج ۲ ص ۱۸۳) طبری (التفسیر ج ۴ ص ۱۹۳) ابن الجوزی (الموضوعات ج ۲ ص ۲۱۴) ابن عدی (ج ۶ ص ۲۰۹۴) حکیم ترمذی (نوادر الاصول ص ۲۰۳) عبداللہ بن احمد (زوائد مسند احمد ج ۴ ص ۱۴) عقیلی (ج ۴ ص ۱۰) بخاری (التاریخ الکبیر ج ۷ ص ۳) یعقوب بن سفیان (المعرفۃ والتاریخ ج ۱ ص ۲۹۵، ۲۹۶) ابویعلیٰ (المسند ج ۳ ص ۱۵۰ ح ۱۵۷۸، المفاریدص ۸۸، ۸۹) ابن بلبان (المقاصد السنیۃ (۲۷۵) ضیاء المقدسی (فضائل الاعمال ۳۸۸، ۳۸۹) ابن الاثیر (اسد الغابۃ ج ۳ ص ۱۶۹ و ص ۱۷۰) ابن ابی عاصم (الآحاد والمثانی ج ۳ ص ۴۷) اور مزی (تہذیب الکمال ۹/ ۴۷۸) نے اس سند سے بیان کیا ہے: ''عن عبدالقاهر بن السلمي قال: حدثني عبدالله ابن كنانة بن عباس بن مرداس أن أباه أخبره عن أبيه العباس''

جرح: یہ سند انتہائی ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عبداللہ بن کنانہ بن العباس بن مرداس السلمی مجہول ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۳۱۹) میں ہے۔

دوسری علت: کنانہ بن العباس بن مرداس السلمی بھی مجہول ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (۴۲۲) میں ہے اور بخاری نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث صحیح ثابت نہ ہوئی۔ ابن حبان نے المجروحین میں کہا: یہ بہت ہی منکر الحدیث ہے، میں نہیں جان سکا کہ اس کی روایت میں تخلیط خود اس کی طرف سے ہے یا اس کے بیٹے یعنی عبداللہ کی طرف سے؟ اور دونوں میں سے کسی کی طرف سے بھی ہو تو وہ اپنی روایت کی وجہ سے ساقط الاحتجاج ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ مشہور راویوں سے منکر روایات لایا ہے۔ (ابن حبان نے تناقض کا شکار ہو کر کنانہ بن العباس کو اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے ۵/۳۳۹ !!)

ابن الجوزی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس روایت کو البانی نے بھی ضعیف سنن ابن ماجہ (ص ۲۳۹) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک شاہد: اس روایت کا ایک شاہد ہے جو ابن الجوزی نے الموضوعات (ج ۲ ص ۲۱۵) میں ''عبدالرزاق: أنبأ نا معمر عن من سمع قتادة يقول: حدثنا خلاس بن عمرو عن عبادة بن صامت قال قال رسول اللہ ﷺ'' کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ سند ساقط ہے، اس میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا، اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ ابن الجوزی نے فرمایا: قتادہ سے اس کا راوی مجہول ہے۔ اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۳ ص ۲۵۶) میں یہ روایت بیان کی پھر فرمایا: طبرانی نے اسے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے۔ اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے بقیہ راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور علامہ المنذری نے الترغیب والترہیب (ج ۲ ص ۲۰۲) میں روایت کیا پھر فرمایا: طبرانی نے یہ روایت المعجم الکبیر میں بیان کی، اس کے راوی سے صحیح بخاری میں حجت لی گئی ہے مگر اس سند میں ایک راوی ایسا ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

خلاصہ از مترجم: دو سندیں مجہول راویوں کی وجہ سے ضعیف ہیں لہٰذا یہ روایت ضعیف

ہے۔ کتاب الموضوعات لابن الجوزی (۲/۲۱۳) حلیۃ الاولیاء (۸/۱۹۹) اور تفسیر ابن جریر طبری (۲/۲۱۷) میں بعض روایت کا شاہد نما ہے۔ جس کی دو سندیں ہیں، ایک میں بشار بن بکیر الحنفی نا معلوم ہے، دوسری میں اسماعیل بن ہود اور ابو ہشام عبدالرحیم بن ہارون الغسانی دونوں جمہور کے نزدیک مجروح ہیں لہٰذا یہ شاہد بھی ضعیف ہے۔ مسند ابی یعلیٰ (۴۱۰۶) میں ایک اور شاہد نما روایت ہے۔ جس میں صالح المری اور یزید الرقاشی دونوں ضعیف ہیں۔

یہ روایت اپنی تمام سندوں اور شواہد بعیدہ کے باوجود ضعیف ہے۔

ستائیسواں قصہ: حق مہر میں زیادتی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

شعبی کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: خبردار! عورتوں کے حق مہر میں زیادتی نہ کرو۔ پس مجھے کسی کے متعلق یہ خبر نہ پہنچے کہ اُس نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق مہر دیا ہو اگر ایسا ہوا تو اضافی مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر آپ منبر پر سے اترے تو ایک قریشی خاتون نے آپ سے کہا: اے امیر المومنین! اللہ کی کتاب اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا آپ کا قول؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب، لیکن ایسا کیا ہوا؟ تو اُس خاتون نے کہا: ابھی آپ نے لوگوں کو منع فرمایا کہ وہ عورتوں کو بڑھا چڑھا کر حق مہر نہ دیں اور اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ [٤/ النسآء: ٢٠]

”اور (اگر) تم نے ان میں سے کسی کو قنطار (مالِ کثیر) دیا ہے تو بھی اس سے واپس نہ لو۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو یا تین بار یہ بات ارشاد فرمائی کہ ہر ایک عمر سے زیادہ فقیہ ہے۔ آپ منبر پر دوبارہ تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: (لوگو!) ابھی ابھی میں نے تمھیں بہت زیادہ حق مہر دینے سے روکا تھا۔ آگاہ رہو کہ اس معاملے میں ہر شخص اپنے مال میں سے اپنی خوشی سے تصرف کر سکتا ہے۔ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: یہ قصہ سعید بن منصور (ج۱ ص۱۶۶، ۱۶۷) اور بیہقی (ج۷ ص۲۳۳) نے "مجالد عن الشعبي قال:" کی سند سے بیان کیا ہے۔

جرح: یہ سند ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: مجالد بن سعید بن عمیر الہمدانی ہے۔ اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا: یہ ایسی بہت سی روایات کو مرفوعاً بیان کر دیتا جو لوگ مرفوعاً بیان نہیں کرتے تھے، یہ کچھ بھی نہیں ابن معین وغیرہ نے کہا: اس سے حجت نہیں لی جاتی، نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں، دارقطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا: یہ اسانید میں الٹ پلٹ کر دیتا اور مرسل روایات کو مرفوع کر دیتا، اس سے حجت لینا جائز نہیں۔

دوسری علت: الشعبی جو کہ عامر بن شراحیل الکوفی ہیں آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

حوالے: دیکھئے الضعفاء لابن الجوزی (ج۳ ص۳۵) میزان الاعتدال (ج۴ ص۳۵۸) تہذیب التہذیب (ج۱ ص۳۶) المراسیل لابن ابی صالح (ص۱۳۲) جامع التحصیل (ص۲۰۴) بیہقی نے اس روایت کے بعد فرمایا: یہ منقطع ہے۔ البانی نے ارواء الغلیل (ج۶ ص۳۴۸) میں فرمایا: ضعیف و منکر روایت ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج۴ ص۲۸۴) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: ابو یعلیٰ نے اسے المسند الکبیر میں روایت کیا اس کی سند میں مجالد بن سعید ہے اور اس میں ضعف پایا جاتا ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔

ایک اور سند: عبدالرزاق نے "المصنف" (ج۶ ص۱۸۰) میں "قيس بن الربيع عن أبي حصين عن أبي عبدالرحمن السلمي" کی سند سے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کے حق مہر کے معاملہ میں غلو نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا: اے عمر! ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿وإن آتيتم إحداهن قنطاراً من ذهب﴾

"اگر تم نے اُن میں سے کسی کو سونے میں سے ایک خزانہ بھی دیا ہو۔"

اور اسی طرح عبداللہ کی قراءت میں ہے "فلا يحل لكم أن تأخذوا منه

شیئاً " تو تم (طلاق دینے کی صورت میں) اُن سے کچھ بھی نہ لو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور وہ اس پر غالب آ گئی۔

اس کی سند ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: قیس بن الربیع سوءِ حافظہ کا شکار (ضعیف) تھا۔

دوسری علت: ابو عبدالرحمن السلمی، جو کہ عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ ہیں انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا (لہٰذا یہ روایت منقطع ہے)

دیکھئے میزان الاعتدال (۳۱۳/۴) تہذیب التہذیب (۳۵۰/۸) المراسیل (ص ۹۴) جامع التحصیل (ص ۲۰۸) اور اس قصہ کو البانی نے ارواء الغلیل (ج ۶ ص ۳۴۸) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک اور سند: ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۴۷۸) میں '' قال الزبیر بن بکار: حدثني عمي مصعب بن عبداللہ عن جدي قال: '' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کے حق مہر بہت زیادہ نہ دیا کرو اگرچہ اس بات کے قائل کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو یعنی یزید بن الحصین الحارثی کی بیٹی۔ جو کوئی زیادہ دے گا تو زائد مال بیت المال میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک چپٹی ناک والی لمبی سی خاتون نے کہا: یہ آپ کو کیا ہوا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا: اگر تم نے انہیں خزانہ دیا ہو۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت نے درست بات کہی اور مرد سے خطا ہوئی۔

اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: مصعب بن ثابت ہے اسے ابن معین نے ضعیف قرار دیا۔

دوسری علت: انقطاع ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۱۹) ابن کثیر نے فرمایا: اس سند میں انقطاع ہے۔

فوزی کہتے ہیں: پھر یہ قصہ '' منکر المتن '' بھی ہے اس لئے کہ یہ '' مہر '' کے سلسلے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے آسانی کے متعلق ثابت شدہ صحیح روایت کے بھی خلاف ہے۔

ابو داود (ج۲ص۲۳۵ ح ۲۱۰۶) ترمذی (ج۳ص۴۱۳ ح ۱۱۱۴م) نسائی (ج۶ص۱۱۷ ح۳۳۵۱ والکبریٰ: ۵۵۱۱) ابن ماجہ (۱۸۸۷) احمد (ج۱ص۴۰) اور حاکم (ج۲ص۱۷۵) نے ''محمد بن سیرین عن أبی العجفاء'' کی سند سے بیان کیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے خطاب فرمایا تو کہا: خبردار اے لوگو! عورتوں کے حق مہر میں غلو نہ کرو، اگر دنیا میں یہ کوئی محترم چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک یہ تقویٰ کے امور میں سے ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اس بات کے حق دار تھے (کہ وہ پہلے اس پر عمل فرماتے۔)

رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجۂ مطہرہ رضی اللہ عنہا کا اور نہ اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا حق مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر فرمایا۔ (الحدیث)

اس کی سند صحیح ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو ارواء الغلیل (ج۶ص۳۴۷) میں صحیح قرار دیا۔

اور اس حدیث کے اور بھی بعض طرق ہیں جو امام حاکم نے المستدرک (ج۲ص۱۷۶) میں بیان کئے اور فرمایا: امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کی صحت بہت سی اسانید متواترہ وصحیحہ سے ثابت ہے۔ [تنبیہ: یہ روایت بلحاظِ سند حسن ہے، محمد بن سیرین نے اس روایت میں ابو العجفاء سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۱/۴۸)]

اٹھائیسواں قصہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا شیر کے ساتھ قصہ

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک سفر پر نکلے وہ چل رہے تھے کہ اس دوران میں دیکھا کہ کچھ لوگ کھڑے ہیں آپ نے پوچھا، ان کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب ملا کہ راستے میں ایک شیر ہے جس نے انہیں خوف زدہ کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے اور اس شیر کی طرف چل دیئے یہاں تک کہ اسے کان سے پکڑ کر کھینچا پھر گدی سے پکڑ کر اسے راستے سے ہٹا دیا پھر فرمایا: (اے ابن آدم!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق درست فرمایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: جس چیز سے ابن آدم ڈرتا ہے وہی ابن آدم پر مسلط کر دی جاتی ہے، اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے تو وہ

اپنے علاوہ کسی اور کو اس کا اختیار نہیں دیتا۔اور ابن آدم کو اس کے حوالے کر دیا جس کی وہ امید رکھتا ہے، اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور کی امید نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے علاوہ کسی کے حوالے نہ کرے گا۔ [یہ موضوع (من گھڑت) روایت ہے۔]

تخریج: یہ رویت ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۱۳/۳۳، کنز العمال ۴۷۸/۱۳) [اور ابن ابی حاتم نے (علل الحدیث ۱۲۲/۲ ح ۱۸۶۰)] ''بقية بن الوليد عن بكر بن حذلم الأسدي عن وهب بن أبان القرشي عن ابن عمر'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس سند کے راوی وہب بن ابان القرشی کے متعلق الازدی نے فرمایا: یہ ''متروک الحدیث'' ہے۔دیکھئے لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۲۹)

ذہبی نے کہا: معلوم نہیں یہ کون ہے ایک موضوع (گھڑی ہوئی) خبر لایا ہے۔میزان الاعتدال (ج ۶ ص ۲۴) بقیہ بن الولید صدوق مدلس ہیں اور ان کا استاد بکر بن حذلم متروک ہے۔دیکھئے میزان الاعتدال (۳۴۳/۱) ولسان المیزان (۴۹/۲) وقال ابو حاتم: لیس بشيء

اسی سند سے ابن حجر نے لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۲۹) میں یہ روایت ذکر کی۔

[تاریخ دمشق میں اس کی دوسری سند ''بقية عن عبدالله بن حذلم عن نافع'' سے مروی ہے۔بقیہ مدلس ہیں اور عبداللہ بن حذلم مجہول ہے۔عین ممکن ہے اس سے مراد بکر بن حذلم ہو۔واللہ اعلم

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت دونوں سندوں سے باطل وموضوع ہے۔]

انتیسواں قصہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک قصہ

ابن حماد المقری کہتے ہیں: میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ الجوہری کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا، جب میت کو دفن کیا گیا تو ایک نابینا شخص قبر پر بیٹھ کر تلاوت کرنے لگا۔ احمد بن حنبل نے اس سے کہا: اے فلاں، قبر پر تلاوت کرنا بدعت ہے، جب ہم قبرستان سے نکلے محمد بن قدامہ نے احمد بن حنبل سے کہا۔اے ابو عبداللہ! آپ مبشر الحلبی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔کیا آپ نے ان سے کوئی روایت لکھی ہے؟ میں نے کہا: ہاں، تو امام احمد نے فرمایا: مجھے بتائیں، میں نے کہا: مجھے مبشر نے خبر دی عبدالرحمٰن

بن العلاء بن اللجلاج سے اس نے اپنے والد سے انہوں نے وصیت کی کہ جب انہیں دفن کیا جائے تو ان کی قبر کے سرہانے سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات تلاوت کی جائیں۔ اس نے کہا میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہی وصیت کرتے ہوئے سنا۔ تو امام احمد نے فرمایا: جاؤ اس شخص سے کہو کہ پڑھتے رہو! [یہ روایت ضعیف ہے۔]

تخریج: اسے ابوبکر الخلال نے "الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر" (ص ۱۷۲، ۱۷۳) میں "الحسن بن أحمد الورّاق قال: حدثني علي بن موسى الحدّاد ... وكان صدوقاً" کی سند سے روایت کیا ہے۔

جرح: یہ سند ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: الحسن بن احمد الورّاق پہچانا نہیں جاتا (مجہول ہے)

دوسری علت: علی بن موسیٰ الحداد بھی نہیں پہچانا جاتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سند میں یہ بات موجود ہے کہ علی بن موسیٰ الحداد صدوق تھا؟ (تو جواباً عرض ہے) ظاہر تو یہی ہے کہ یہ بات کہنے والا الورّاق ہے۔ اور آپ اس کا حال ملاحظہ کر ہی چکے ہیں (کہ یہ بذاتِ خود مجہول ہے) رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب اثر تو وہ بھی دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

پہلی علت: محمد بن قدامہ الجوہری ہے۔ اسے ابوداود نے ضعیف قرار دیا، ذہبی نے کہا: یہ کمزور راوی ہے، ابن حجر نے کہا: اس میں کمزوری ہے۔

دوسری علت: عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج ہے یہ مقبول (مجہول الحال) راوی ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۳۴۸) میں ہے مقبول راوی کی روایت تب قبول ہوتی ہے جب اس کی متابعت ہو ورنہ وہ "لین الحدیث" (ضعیف) ہوتا ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۹ ص ۳۶۴) تقریب التہذیب (ص ۵۰۳) میزان الاعتدال (ج ۵ ص ۱۴۰) اور الکاشف (ج ۳ ص ۸۰)

اس حدیث کو علامہ البانی نے بھی احکام الجنائز (ص ۱۹۲) میں ضعیف قرار دیا ہے۔

عرضِ مترجم:

قبروں پر تلاوت کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ محض بدعت ہے لیکن بہت سے لوگ قبروں پر بیٹھ کر تلاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ سنت تو یہ ہے کہ ہم قبرستان جا کر عبرت حاصل کریں آخرت کی فکر و تیاری کریں۔ اور اہل ایمان کے لیے دعائیں کریں جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

تیسواں قصہ: ایک جنتی شخص کا قصہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ابھی اس کشادہ راستے سے تمہارے سامنے ایک جنتی شخص ظاہر ہوگا۔ پھر انصار میں سے ایک شخص آیا۔ اس کے وضو کا پانی اس کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔ اپنی جوتیاں اپنے بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، اس نے سلام کیا۔

اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا اور وہ شخص بھی اپنی پہلی حالت کی طرح دوبارہ آیا تیسرے دن پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا اور وہ شخص اسی طرح دوبارہ آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھے تو سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس شخص کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور ان سے (بطورِ امتحان) کہا: میری اپنے والد سے کچھ ناراضی ہوگئی تو میں نے قسم کھالی کہ میں تین دن تک ان کے سامنے نہیں آؤں گا۔ اگر آپ ان تین دنوں تک مجھے اپنے ہاں ٹھہرانا چاہیں تو ٹھہرالیں۔

ان صاحب نے فرمایا: ہاں (ہاں! ٹھہر جایئے) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بتایا کرتے تھے کہ وہ ان کے پاس تین راتوں تک ٹھہرے رہے۔ تو انہوں نے اس انصاری شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہوں نماز پڑھتے ہوں ہاں البتہ رات کو جب ان کی آنکھ کھلتی اور اپنے بستر پر کروٹ بدلتے تو اللہ کا ذکر کرتے اور تکبیر کہتے یہاں تک کہ صبح نماز فجر کے لئے اٹھتے اور یہ بھی کہ وہ سوائے بھلی بات کے کچھ نہ کہتے۔ فرمایا: جب تین راتیں اسی طرح گزر گئیں، قریب تھا کہ میں ان کے عمل کو حقیر جانتا، میں نے ان سے کہا: اے اللہ کے بندے میرے اور میرے والد کے درمیان کسی قسم کی کوئی ناراضی تھی نہ ہی جدائی لیکن میں نے تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”ابھی

تمہارے درمیان ایک جنتی شخص ظاہر ہوگا'' تینوں ہی بار آپ تشریف لائے۔تو میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ کے ہاں ٹھہروں اور دیکھوں کہ آپ کیا عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو یہ مقام ملاتو میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ بہت زیادہ عمل کرتے ہوں۔آخر کس چیز نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے متعلق یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایسا کچھ نہیں سوائے اس کے جو آپ نے ملاحظہ فرمایا: عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس سے واپس چل پڑا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا: بس یہی تھا جو آپ نے دیکھا ہاں البتہ میں اپنے دل میں کسی بھی مسلم کے لئے دغا (بغض) نہیں رکھتا اور نہ ہی اللہ کی عطا کردہ کسی خیر پر اس سے حسد کرتا ہوں۔عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات ہے جس کا آپ کو یہ صلہ ملا۔اور یہ بات ہے کہ جس کی طاقت نہیں پائی جاتی۔[یہ ضعیف قصہ ہے۔]

تخریج: یہ روایت احمد (ج ۳ ص ۱۶۶، ۳۵۶ اور ۳۸۰) عبد الرزاق (ج ۱۱ ص ۲۸۷، ۲۸۸ ح ۲۰۵۵۹) بزار (ج ۲ ص ۴۱۰ ح ۱۹۸۱) نسائی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹۳، ۳۹۴ ح ۸۶۳) ابن المبارک (الزہد ص ۲۴۱) الحسند (ص ۳۰۴) ابن السنی (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۵۱، ۳۵۲) بغوی (شرح السنۃ ج ۱۳ ص ۱۱۲ ح ۳۵۳۵) ابو نعیم (اخبار اصبہان ج ۱ ص ۳۱) بیہقی (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۶۴ ح ۶۶۰۵) طبرانی (مکارم الاخلاق ص ۶۶، ۶۷) الخرائطی ''مساوی الاخلاق'' ص ۲۶۶ اور عبد بن حمید (المنتخب ص ۳۵۰، ۳۵۱) نے ''معمر عن الزهري عن أنس بن مالك'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: بظاہر اس کی سند ''جید'' (اچھی) ہے اور اس کے راوی مشہور ثقہ راوی ہیں مگر اس سند میں ایک علت ہے۔

حمزہ بن محمد الکنانی الحافظ فرماتے ہیں: زہری نے اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا انہوں ایک ''شخص'' کے واسطہ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اسی طرح عقیل اور اسحاق بن راشد اور دوسروں نے زہری سے روایت کیا اور یہی صحیح ہے۔

دیکھئے تحفۃ الاشراف للمزی (ج ۱ ص ۳۹۵)

حافظ ابن حجر نے النکت الظراف میں فرمایا: اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا

کہ شعیب نے زہری سے اسے روایت کیا (زہری نے کہا کہ) مجھ سے اس نے یہ حدیث بیان کی جسے میں متہم نہیں کرتا۔ وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور معمر نے اسے "عن الزهري: أخبرني أنس .." سے روایت کیا اور اسے ہم نے مکارم الاخلاق میں روایت کیا اور بہت سے مقامات پر عبدالرزاق سے، پس واضح ہوا کہ یہ روایت معلول ہے۔

حافظ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج۳ص۱۸۷) میں فرمایا: احمد نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح سند سے روایت کیا اور بزار نے اسے روایت کیا اور سعد کی روایت میں "الرجل" اس شخص کا نام بھی لیا (جس نے زہری سے بیان کی) اور اس سند میں ابن لہیعہ ہے۔

فوزی کہتے ہیں: الحداد نے احیاء علوم الدین کی تخریج (ج۴ص۱۸۳۶) میں کہا کہ میں نے حافظ العراقی کی تحریر میں المغنی کے حاشیے پر لکھا پایا اس قول کے پاس کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر کے الفاظ ہیں کہ اس سند میں ایک علت ہے کہ زہری کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ اھ۔

میں کہتا ہوں: اور پہلے جو بات گزری یہ اس کی تائید کرتا ہے (کہ زہری کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں) جیسا کہ بیہقی نے شعب الایمان (ج۵ص۲۶۵) میں

"شعيب عن الزهري قال: حدثني من لا أتهم عن أنس بن مالك"

کی سند سے یہ قصہ روایت کیا۔

اس معاملہ میں واضح بات یہ ہے کہ زہری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا انہوں نے اسے "رجل" ایک نامعلوم شخص سے روایت کیا ہے پس اس کی سند ضعیف ہے۔

بیہقی فرماتے ہیں: اسی طرح عقیل بن خالد نے زہری سے روایت کیا علاوہ اس کے اس متن میں کہا کہ سیدنا "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے"۔ یہ نہیں کہا کہ انصار میں سے ایک شخص آئے اور اسی سند سے ابن ابی حاتم نے العلل (ج۱ص۳۶۵) میں یہ روایت بیان کی (یہی علت اس بیان میں بھی ہے)

الخرائطی نے مساوی الاخلاق (ص ۲۶۷) میں

"ابو صالح عبدالله بن صالح عن الهقل بن زياد عن الصدفي ...يعني معاوية ابن يحيى :حدثني الزهري:حدثني من لا أتهم عن أنس" کی سند سے اس روایت کو بیان کیا اور اس کا ایک "شاہد" ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان (ج۵ص۳۶۶) میں" حاجب بن أحمد نا عبدالرحيم بن منيب نا معاذ يعني ابن خالد أنا صالح عن عمرو بن دينار عن سالم بن عبدالله عن أبيه"

کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

اور اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں صالح ہے جو ابن بشیر بن وداع المری ہے اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص ۱۷۱) میں ہے اور عبدالرحیم بن منیب کا ترجمہ مجھے نہیں ملا۔

[تنبیہ بلیغ: فوزی وغیرہ کی بیان کردہ علت، علتِ قادحہ نہیں ہے۔ ان تمام اسانید کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو زہری نے ایک نامعلوم آدمی سے عن انس کی سند سے بھی سنا ہے اور بذاتِ خود سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی سنا ہے۔ روایتِ مذکورہ میں عبدالرزاق اور زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا اسے ضعیف یا معلول قرار دینا غلط ہے بلکہ حق اور صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، معلول نہیں ہے۔ فوزی وغیرہ کا اسے ضعیف قرار دینا غلط ہے، مسندِ احمد کے محققین نے اسے "إسناده صحيح على شرط الشيخين" کہا ہے۔

(الموسوعة الحديثية ۲۰/۱۲۵) زع]

اکتیسواں قصہ: ایک شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قصہ

سیدنا ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جس پر میں عمل پیرا ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت فرمائے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد فيما عندالناس يحبك الناس))

"دنیا سے بے رغبت ہو جا۔ اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس سے بے نیاز ہو جا تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔"

[منکر روایت ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابن ماجہ (۴۱۰۲) عقیلی (۱۱/۲) ابونعیم (حلیۃ الاولیاء ۲۵۲/۳، اخبار اصبہان ۲۴۴/۲) حاکم (۳۱۳/۴) بیہقی (شعب الایمان ۳۴۴/۷ ح ۱۰۵۲۲ وقال: خالد بن عمرو ھذا ضعیف) طبرانی (المعجم الکبیر ۱۹۳/۶ ح ۵۹۷۲) ابن عدی (الکامل ۹۰۲/۳) ابن حبان (روضۃ العقلاء ص ۱۴۱) القضاعی (مسند الشہاب ۳۷۳/۱) ابن الجوزی (الحدائق ۱۵۹/۳) دیلمی (مسند الفردوس ۵۲۴/۱) اور ضیاء المقدسی نے فضائل الاعمال (۶۹۴) میں "خالد بن عمرو القرشي عن سفيان الثوري عن أبي حازم عن سهل بن سعد" کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: یہ سند ساقط ہے۔ اس میں خالد بن عمرو القرشی ہے، اس کے متعلق احمد (بن حنبل) نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں اور بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے.... ابوزرعہ نے اس کی حدیث پھینک دی....

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (۱۵۸/۲) اور المجرد فی اسماء الرجال للذہبی (ص ۱۹۸ رقم: ۱۵۸۷) [کتاب الضعفاء للبخاری: ۱۰۳، العلل لاحمد (۲۳۴/۲ ت ۱۶۸۴، دوسرا نسخہ: ۵۱۲۴) سوالات البرذعی لابی زرعہ (۴۴۶/۲)]

علامہ فوزی فرماتے ہیں کہ میں نے "الأضواء السماوية في تخريج أحاديث الأربعين النووية" میں اس کی تخریج پر تفصیلی بیان کیا ہے اور وہیں اس کے طرق بھی بیان کئے ہیں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

عرضِ مترجم:

علامہ الفوزی کی یہ تخریج ہمارے پیشِ نظر نہیں ہے۔ البتہ ہمارے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''ضعیف: خالد رماہ ابن معین بالکذب ونسبہ صالح جزرۃ وغیرہ إلی الوضع (تق: ۱۶۶۰) ولہ متابعات مردودۃ وشواھد ضعیفۃ'' خالد کو ابن معین نے کذب سے متہم کیا اور صالح جزرہ اور دیگر محدثین نے اسے حدیث گھڑنے کی طرف منسوب کیا۔ (تقریب التہذیب: ۱۶۶۰)

اس روایت کے کچھ مردود متابعات بھی ہیں اور کچھ ضعیف شواہد بھی۔

(ضعیف سنن ابن ماجہ: رقم ۴۱۰۲، انوار الصحیفۃ ص ۳۶۸)

تنبیہ: خالد پر صالح جزرہ کی یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں ہے لیکن امام احمد، امام بخاری اور امام ابو حاتم الرازی وغیرہم کی شدید جرح ثابت ہے لہٰذا یہ متروک راوی ہے۔ ز/ع

بتیسواں قصہ: اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا کا قصہ

اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لئے نکلے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی اپنے ساتھ غزوہ میں چلنے کی اجازت دیجئے، میں آپ کے مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ''اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت عطا فرمائے گا۔'' آپ کو ''شہیدہ'' کہا جاتا تھا، آپ نے قرآن مجید پڑھ رکھا تھا۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں ایک مؤذن رکھنے کی اجازت طلب کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ کے پاس ایک تاحیات غلام اور ایک تاحیات لونڈی تھی۔ ایک رات وہ دونوں اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کو ایک کمبل میں ڈھانک دیا، یہاں تک کہ (دم گھٹنے کی وجہ سے) فوت ہو گئیں تو وہ دونوں بھاگ گئے۔

صبح کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی کو اُن دونوں کے متعلق کچھ علم ہو یا کسی نے انہیں دیکھا ہو تو انہیں میرے پاس لے آئیں۔ (جب وہ لائے گئے) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پھانسی دینے کا حکم دیا۔ یہ دو پہلے آدمی تھے جنھیں

مدینے میں سب سے پہلے پھانسی دی گئی۔ [یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: یہ روایت امام بخاری (التاریخ الصغیر ۱/۰۷) اسحاق بن راہویہ (المسند ۲۳۵/۵) احمد (المسند ۴۰۵/۶) دارقطنی (۴۰۳/۱) ابن المنذر (الاوسط ۲۲۶/۴) ابن سعد (الطبقات الکبریٰ ۴۵۷/۸) ابونعیم (حلیۃ الاولیاء ۶۳/۲) بیہقی (السنن الکبریٰ ۱۳۰/۳) اور المروزی نے قیام رمضان (ق ۹۸/ط) میں ''الولید بن جمیع: حدثتني جدتي ليلىٰ بنت مالک عن أم ورقة'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں لیلیٰ بنت مالک ہیں اور یہ پہچانی نہیں جاتیں جیسا کہ تقریب التہذیب (۸۸۱۳) میں ہے۔

اس کی متابعت: عبدالرحمٰن بن خلاد نے اُم ورقہ سے یہی روایت بیان کر کے لیلیٰ بنت مالک کی متابعت کی ہے۔ ابوداود (۱/۳۹۷ ح ۵۹۲) اور ابن خزیمہ (۳/۸۹ ح ۱۶۷۶) نے ''الولید بن جمیع عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن اُم ورقة'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے اور ابوداود (۱/۳۹۶ ح ۵۹۱) احمد (۴۰۵/۶) حاکم (۲۰۳/۱) بیہقی (۱۳۰/۳) طبرانی (المعجم الکبیر ۱۳۵/۲۵) ابن الجارود (المنتقیٰ ص ۱۴۰ ح ۳۳۳) ابن ابی عاصم (الآحاد والمثانی ۱۹۳/۶) اور ابن الاثیر (اسد الغابۃ ۴۰۸/۷) نے ''الولید بن جمیع عن ليلىٰ بنت مالک وعبدالرحمٰن بن خلاد الأنصاري عن أم ورقة الأنصارية'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

علامہ فوزی کہتے ہیں: یہ سند ضعیف ہے اس میں عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (۳۸۵۵ وقال: مجہول الحال) میں ہے اور لیلیٰ بنت مالک بھی پہچانی نہیں جاتی لہٰذا یہ ایسی متابعت ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۳/۸۹ ح ۱۶۷۸) میں ''الولید بن جمیع عن ليلىٰ بنت مالک عن أبيها عن أم ورقة'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (لیلیٰ اپنے والد سے روایت کر رہی ہے) حافظ مزی نے تہذیب الکمال (۳۹۱/۲۵) میں ''الولید بن جمیع عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن أبيه عن أم ورقة'' کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ (عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کر رہے ہیں) پھر اس طرح یہ روایت ''مضطرب الإسناد'' بھی ہے۔ سند کا اضطراب بھی

ضعف کے اسباب میں سے ایک ہے۔ پس کبھی الولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن اُم ورقہ سے، کبھی عن الولید عن لیلیٰ بنت مالک عن ام ورقہ، کبھی عن الولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد ولیلیٰ بنت مالک عن اُم ورقہ، کبھی عن الولید بنت مالک عن ابیہا عن اُم ورقہ اور کبھی عن الولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن ابیہ عن اُم ورقہ کی سند سے یہ روایت مروی ہے۔

یہ اضطراب حدیث کے ضعف کا موجب بنتا ہے اور اس اضطراب کی طرف حافظ مزی نے بھی تہذیب الکمال (۳۹۱/۲۵) میں اشارہ فرمایا ہے۔

اور میں آخر میں کہوں گا کہ احادیث کے ضعیف و مجہول طرق شمار میں نہیں لائے جاتے اگرچہ وہ بکثرت ہوں متعدد ہوں اور نہ ہی مجہولین، متروکین اور متہمین کے طرق کو بطور شاہد لے سکتے ہیں جیسا کہ اصول حدیث میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔

[تنبیہ بلیغ: عبدالرحمٰن بن خلاد کو ابن حبان، ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے تصحیحِ حدیث کے ذریعے سے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا وہ صدوق راوی ہے۔ لیلیٰ بنت مالک کو بھی ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے تصحیحِ حدیث کے ذریعے سے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا ان کی حدیث بھی حسن ہوتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن خلاد اور لیلیٰ بنت مالک کو مجہول قرار دینا غلط ہے۔ روایت کی تصحیح اس کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے نصب الرایۃ (۱/۱۴۹، ۳/۲۶۴) والصحیحۃ (۷/۱۶ ح ۳۰۰۷)

ولید بن جمیع عن عبدالرحمٰن بن خلاد عن اُم ورقہ، ولید عن لیلیٰ بنت مالک عن اُم ورقہ اور ولید عن عبدالرحمٰن بن خلاد ولیلیٰ بنت مالک عن اُم ورقہ ایک ہی سند ہیں جس میں کوئی اضطراب نہیں، ولید نے دونوں سے سنا ہے۔ بعض دفعہ مکمل سند ومتن اور بعض دفعہ مختصر سند ومتن بیان کرنا اضطراب کی دلیل نہیں ہوتا۔ تہذیب الکمال والی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ صحیح ابن خزیمہ والی روایت میں ''عن اَبیھا'' کا لفظ شاذ ہے۔ اگر اسے شاذ نہ بھی مانا جائے تو لیلیٰ بنت مالک کی روایت میں یہ اختلاف عبدالرحمٰن بن خلاد کی روایت میں اضطراب کی دلیل نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ روایت بلحاظِ سند حسن ہے۔ اسے ابن خزیمہ اور ابن الجارود کے علاوہ

شیخ البانی نے بھی ''إسنادہ حسن'' قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۸۹/۳ تحت ح ۱۶۷۶) اور ماہنامہ الحدیث: ۱۵ ص ۱۹، ۲۰]

تینتیسواں قصہ: نبی ﷺ اور ایک شادی (کی تقریب) کا قصہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
میں نے کبھی اُس چیز کا ارادہ نہیں کیا جس کا اہلِ جاہلیت ارادہ کرتے تھے۔ زندگی میں دوبار کے علاوہ، دونوں ہی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا۔

ایک دن میں نے اپنے ایک قریشی جوان ساتھی سے کہا، جو بالائی مکہ میں میرے ساتھ اپنی بکریاں چراتا تھا: تم میری بکریوں کا خیال رکھو، میں آج رات مکہ میں جاگ کر گزاروں گا جیسا کہ نوجوان جاگتے رہتے ہیں، تو میرے ساتھی نے کہا: جی ہاں، ٹھیک ہے۔ پھر میں نکلا، جب میں مکہ کے گھروں میں سے ایک قریبی گھر کے پاس پہنچا پس میں نے گانے بجانے کی آواز سنی تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے بتلایا کہ فلاں قریشی آدمی کی فلاں عورت سے شادی ہوئی ہے۔ میں اس گانے اور آواز کی طرف مائل ہوا تو مجھ پر نیند غالب آگئی اور مجھے کسی چیز نے نہیں جگایا سوائے سورج کی تپش کے، پھر میں لوٹ گیا تو میں نے اس قسم کی آوازیں سنیں اور مجھ سے وہی کہا گیا جو پہلے کہا گیا تھا۔ میں اس آواز کی طرف مشغول ہوا ہی تھا کہ مجھ پر نیند غالب آئی میری آنکھ لگ گئی اور مجھے نہیں جگایا مگر سورج کی تپش نے پھر میں اپنے ساتھی کی طرف لوٹ گیا، اس نے کہا کہ آپ نے کیا کیا؟ میں نے بتلایا کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اس کے بعد دوبارہ کبھی میں نے اس کا ارادہ نہیں کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا۔

[یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: حاکم (ج ۴ ص ۲۴۵) دیلمی (مسند الفردوس ج ۴ ص ۹۰) بزار (مسند البزار ج ۲ ص ۲۴۱) ابن راہویہ (المسند بحوالہ المطالب العالیہ ق ۱۲/ط) الفاکہی (تاریخ مکہ ج ۳ ص ۲۱) ابن جریر (التاریخ ج ۱ ص ۵۲۰) ابن حبان (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۵۶ ح

۶۲۳۹ دوسرا نسخہ: ۶۲۷۲) ابونعیم (دلائل النبوۃ ص ۱۸۶) بیہقی (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۳) بخاری (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۳۰) اور ابن اسحٰق نے "السیرۃ" (ص ۵۸) میں "محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمۃ عن الحسن بن محمد بن علي عن أبیہ عن جدہ علي بن أبي طالب" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح:

اس کی سند ضعیف ہے اس میں محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ مجہول ہے۔

حوالہ: دیکھئے ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۳۰۳) تقریب التہذیب (۶۰۴۴ وقال: مقبول) اور تہذیب الکمال (ج ۲۵ ص ۵۳۳)

حاکم نے کہا کہ "یہ حدیث صحیح ہے۔" اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے کہا اگرچہ ذہبی نے ان کی موافقت بھی کی ہے جیسا کہ اس کی سند پر کلام میں گزرا ہے۔

اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ (ج ۲ ص ۲۸۷) میں اس حدیث کو لانے کے بعد فرمایا:

یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ [دیکھئے ص ۱۸]

ایک شاہد: اس کا ایک شاہد ہے: طبرانی نے المعجم الصغیر (ج ۲ ص ۱۳۸) میں " محمد بن إسحٰق بن إبرھیم الفارس : حدثنا أبي : حدثنا سعد بن الصّلت : حدثنا مسعر ابن کدام عن العباس بن خدیج عن زیاد بن عبداللہ العامري عن عمار بن یاسر" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۸ ص ۲۲۶) میں فرمایا: اسے طبرانی نے روایت کیا تینوں کتابوں (المعجم الکبیر، المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر) میں اور اس کی سند میں کچھ ایسے راوی ہیں جنھیں میں نہیں پہچانتا الخ لہٰذا اس کی سند ساقط ہے اور البانی نے فقہ السیرۃ (ص ۹۵) میں اپنی تعلیق میں فرمایا: اس کی سند میں ایک جماعۃ ہے جسے میں نہیں جانتا۔

[تنبیہ: محمد بن عبداللہ بن قیس والی یہ سند حسن ہے۔ محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ کو ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے ثقہ قرار دیا ہے اور ایک جماعت نے اس سے روایت لی ہے لہٰذا وہ

حسن الحدیث ہے۔ فوزی صاحب کا اس روایت کو ضعیف قرار دینا غلط ہے بلکہ حق یہی ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔]

عرضِ مترجم:

صحیح مسلم شریف میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اسی دوران میں جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ کو سیدھا لٹا دیا پھر (سینہ چاک کر کے) آپ کے بابرکت قلب کو نکالا اور اس کو چیرا پھر اُس میں سے خون کی ایک پھٹکی نکالی اور فرمایا کہ یہ شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے ایک طشت پر آبِ زم زم سے آپ کے مبارک دل کو دھویا پھر اُسے جوڑا اور اپنے مقام پر رکھ دیا۔ بچے یہ واقعہ دیکھ کر دوڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رضاعی) والدہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ (یہ سن کر) وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی رنگت بدلی ہوئی تھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سینہ میں سلائی کے نشان دیکھا کرتا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، ج ا ص ۹۲ ح ۱۶۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کی خاص حفاظت میں تھے، لہو ولغو امور کی طرف ایک لحہ بھی آپ کا دھیان نہیں گیا، آپ ہمیشہ معصوم رہے جیسا کہ بکثرت دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

چونتیسواں قصہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصہ

ابو جعفر سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ چھوٹی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ بڑی ہو گئی ہیں، بس آپ بار بار اس سلسلے میں گفتگو فرماتے تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم انہیں آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اُن (علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی) کی پنڈلی پر سے کپڑا اٹھایا، تو اس نے کہا: کپڑا چھوڑ دیجئے اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھیں پھوڑ ڈالتی۔

تخریج: یہ روایت سعید بن منصور (سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۱۴۷ ح ۵۲۱) اور عبدالرزاق (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۶۳ ح ۱۰۳۵۲) نے ''سفیان عن عمرو بن دینار عن ابي جعفر قال'' کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند انقطاع (منقطع ہونے) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس لئے کہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ حوالے کے لئے دیکھئے ابن ابی حاتم کی المراسیل (۱۴۹)

اور عبدالرزاق نے المصنف (ج ۶ ص ۱۶۳ ح ۱۰۳۵۳) میں " ابن جریج قال: سمعت الأعمش یقول :" کی سند سے یہ قصہ بیان کیا ہے۔

اس کی سند بھی سابقہ سند کی طرح ضعیف ہے اس لئے کہ سلیمان بن مہران الاسدی کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

عرض مترجم:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر غیور صحابی قطعاً ایسا نہیں کر سکتے اور معلوم نہیں کہ ابو جعفر نے کس سے یہ بات سنی تھی؟

باقی یہ بات درست ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا رشتہ بھی مانگا اور علی رضی اللہ عنہ نے اسے قبول بھی فرمایا اور اپنی لختِ جگر کا نکاح امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا جیسا کہ بالاتفاق مروی ہے۔

پینتیسواں قصہ: سیدہ اُم سلمہ و میمونہ رضی اللہ عنہما کا ایک قصہ

اُم المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھی اور وہاں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، تو ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور یہ پردہ کے حکم کے بعد کی بات ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان سے پردہ کرلو۔" تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں نہ ہی جان سکتے ہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا آپ دونوں بھی نابینا ہیں؟ کیا آپ انہیں نہیں دیکھ رہیں۔؟ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: اسے ابوداود (ج ۴ ص ۳۶۱ ح ۴۱۱۲) ترمذی (ج ۵ ص ۱۰۷ ح ۲۷۷۸) احمد (ج ۶ ص ۲۹۶) بیہقی (السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۹۱، الآداب ص ۴۰۴) طحاوی (مشکل الآثار ج ۱ ص ۲۶۵) نسائی (عشرۃ النساء ص ۳۰۶) ابن حبان (ج ۷ ص ۴۳۹) ابن سعد (ج ۸ ص ۱۲۸،۱۲۶) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۸) ابو یعلی (ج ۱۲ ص ۳۵۳) اور یعقوب بن سفیان (المعرفۃ والتاریخ ج ۱ ص ۴۱۶) نے "عن الزهري عن نبهان عن أم سلمة" کی سند سے روایت کیا ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے، اس میں نبہان مولیٰ اُم سلمہ ہیں، ان کی کسی نے توثیق نہیں کی سوائے ابن حبان کے، انہوں نے اپنے "مجاہیل کی توثیق" کے قاعدہ پر ان کی توثیق کی ہے۔ اسی لئے ابنِ عبدالبر نے فرمایا: نبہان مجہول ہے، زہری کی ایک روایت کے علاوہ معروف نہیں ہے۔ حافظ ذہبی نے المغنی فی الضعفاء (۴۵۲/۲ ت ۶۵۹۶) میں حافظ ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ (نبہان) مجہول ہے۔

ابن حجر نے تقریب التہذیب (ص ۵۵۹) میں "مقبول" کہا یعنی جب متابعت موجود ہو تب، اور اگر ان کا تفرد ہو جیسا کہ اس روایت میں ہے تو "لین الحدیث" ہیں۔ جیسا کہ تقریب التہذیب کے مقدمہ میں انہوں نے "مقبول" سے متعلق قاعدہ بیان فرمایا۔

امام احمد نے فرمایا: نبہان نے دو (۲) عجیب حدیثیں بیان کی ہیں: ایک تو یہ حدیث اور ایک یہ "إذا كان لإحداكن مكاتب فلتحتجب منه" اگر تم (خواتین) میں سے کسی کے کوئی "مکاتب" ہیں تو وہ ان سے پردہ کریں۔ (مکاتب: وہ غلام جس نے مقررہ رقم پر اپنے آقا سے آزادی کا معاہدہ کیا ہو۔)

امام بخاری التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۱۳۵) میں ان کا نام لائے ہیں نہ تو ان پر جرح کی ہے نہ ان کی تعدیل ہی فرمائی ہے اور اسی کی پیروی ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (ج ۸

ص ۵۰۲) میں کی، نہ تو جرح ذکر کی نہ تعدیل تو بس یہ "مجہول" راوی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اور امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے (جبکہ) اس بات میں "نظر" ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۹ ص ۳۳۷) میں یہ روایت اصحاب السنن کی طرف منسوب کی ہے۔ پھر فرمایا: اس کی اسناد قوی ہے اور اکثر جو اس روایت میں علت بیان کی گئی ہے وہ زہری کا نبہان سے روایت کرنے میں تفرد ہے اور یہ علت قادحہ نہیں، اس لئے کہ جسے زہری پہچانتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اُم سلمہ کے غلام تھے اور کسی نے بھی اُن پر جرح نہیں کی تو ان کی روایت رد نہیں کی جائے گی!

علامہ فوزی کہتے ہیں: یہ جو کچھ حافظ ابن حجر نے فرمایا اس میں "نظر" ہے، اس لئے کہ یہ نبہان مجہول ہیں۔ جیسا کہ تقریب التہذیب میں خود انہوں نے (اپنے قاعدہ کے مطابق) بیان فرمایا اور ابن مفلح نے المبدع (ج ۷ ص ۱۱) میں امام احمد سے اس کی تضعیف نقل کی ہے اور علامہ البانی نے ارواء الغلیل (ج ۶ ص ۲۱۱) میں فرمایا: یہ روایت ضعیف ہے۔

دیکھئے ابن قدامہ کی المغنی (ج ۶ ص ۵۶۳، ۵۶۴)

اور اس روایت کا متن معارض ہے رسول اللہ ﷺ کے اُس فرمان سے جو آپ نے فاطمہ بنت قیس سے فرمایا تھا:

((اعتدي في بيت ابن أم مكتوم، فإنه رجل اعمى، تضعين ثيابك فلا يراك)) (متفق عليه)

آپ ابن اُم مکتوم کے ہاں اپنی عدت گزاریئے، چونکہ وہ نابینا آدمی ہیں۔ آپ اپنے کپڑے (مطلب چادر، دوپٹہ) اتاریں گی بھی تو وہ آپ کو نہیں دیکھ پائیں گے۔

ایک شاہد: اس روایت کا ایک شاہد بھی (بیان کیا جاتا) ہے۔ ابو بکر الشافعی نے الفوائد (ق ۱۴ ر ط) میں "وہب بن حفص: نا محمد بن سلیمان: نا معتمر بن سلیمان عن أبیه عن أبي عثمان عن أسامة" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اس کی سند بالکل کمزور ہے، اس میں وہب بن حفص البجلی ہے۔ حافظ ابو عروبہ نے اس کی تکذیب کی اور دارقطنی نے فرمایا: یہ حدیث گھڑتا تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۵۲) اس قسم کی روایت کو شاہد بنانا صحیح نہیں۔

[تنبیہ: اس روایت کی سند حسن ہے کیونکہ مبہان مجہول نہیں بلکہ حسن درجے کا راوی ہے۔ کیونکہ حافظ ذہبی، امام ترمذی، حافظ ابن حبان اور حاکم وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے میری کتاب تلخیص نیل المقصود (۸۲۲/۴ ح ۴۱۱۲) لہٰذا اس روایت کو ضعیف قرار دینا غلط ہے۔/ حافظ زبیر علی زئی]

چھتیسواں قصہ: سیدنا حُباب بن منذر رضی اللہ عنہ کا غزوۂ بدر کا قصہ

بنو سلمہ کے کچھ لوگوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ حباب بن منذر نے کہا: یا رسول اللہ! جس مقام پر ہم ٹھہرے ہوئے ہیں آیا اس مقام پر (بذریعۂ وحی) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ٹھہرایا ہے یا یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ تو رائے ہے، جنگ اور جنگی تدبیر ہے۔

تو حباب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ٹھہرنے کی (کوئی مناسب) جگہ نہیں، آپ ان لوگوں کو لے چلئے حتیٰ کہ ہم قوم (قریش) کے سب سے نزدیک جو چشمہ ہے وہاں جا کر ٹھہر جائیں۔ پھر ہم بقیہ چشمہ پاٹ دیں گے پھر اپنے چشمے پر حوض بنا کر اسے پانی سے بھر دیں گے، اس کے بعد جب ہم قریش سے جنگ کریں گے تو ہم پانی پئیں گے اور وہ نہیں پئیں گے (چونکہ پانی پر ہمارا قبضہ ہوگا۔)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے تو بہت اچھی رائے دی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے تیزی سے اٹھے اور چل دیئے حتیٰ کہ جب قریش کے سب سے قریبی چشمہ پر پہنچے تو وہیں پڑاؤ ڈالا۔ پھر آپ نے چشموں سے متعلق حکم دیا تو وہ پاٹ دیئے گئے اور پھر جس چشمہ پر وہ ٹھہرے تھے اس پر حوض بنایا گیا اور اسے بھر دیا گیا، پھر اس میں اپنے برتن ڈال دیئے.... [سخت ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: ابن جریر نے التاریخ (ج ۲ ص ۲۹) ابن ہشام نے السیرۃ (ج ۲ ص ۱۹۲) اور

ابن سید الناس نے عیون الاثر (ج۱ص۳۹۰) میں ''ابن إسحاق قال: فحدثت عن رجال من بني سلمة أنهم ذكروا'' کی سند سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

جرح: اس کی سند ساقط ہے،اس میں مجہول راوی ہے۔

(چونکہ "رجال" کا ہمیں علم نہیں کہ یہ کون تھے آیا ثقہ تھے یا ضعیف لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔)

ابن عبدالبر نے الدرر (ص۱۰۶) بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج۳ص ۳۱) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج۲ص ۵) اور ابن الاثیر نے أسد الغابہ (ج۱ص ۴۳۶) میں ایک ضعیف و معضل (اور منقطع) سند کے ساتھ اسے روایت کیا اور (دوسری سند) حاکم نے مستدرک (ج۳ص ۴۲۶، ۴۲۷) میں ''یعقوب بن یوسف بن زیاد: ثنا أبو حفص الأعشى: أخبرني بسام الصيرفي عن أبي الطفيل الكناني: أخبرني حباب بن المنذر الأنصاري'' (رضی اللہ عنہ) کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

اس کی سند بھی ساقط ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: یعقوب بن یوسف بن زیاد کا مجہول ہونا۔

دوسری علت: ابو حفص الاعشیٰ کا مجہول ہونا۔

ذہبی نے فرمایا: ''یہ منکر حدیث ہے۔'' نیز دیکھئے ابن الملقن کی المختصر (ج۵ص ۲۱۳۹) حافظ ابن حجر الاصابۃ (ج۲ص ۱۰) میں یہ قصہ لائے پھر فرمایا: ابن شاہین نے ضعیف سند سے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔

حاکم نے مستدرک (ج۳ص ۴۲۷) اور ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج۳ص ۵۶۷) میں ''محمد بن عمر: حدثنا ابن أبي حبيبة عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

اس کی سند تاریک ہے اور اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: محمد بن عمر الواقدی ۔ یہ ''متروک'' راوی ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (ص۴۹۸) میں ہے۔[واقدی کذاب و متروک راوی ہے۔]

دوسری علت: داود بن الحصین الاموی کی عکرمہ سے روایت منکر ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۳ ص ۱۵۷)

(علامہ) البانی نے فقہ السیرۃ (ص ۲۳۵) میں اپنی تعلیقات میں فرمایا: اور الاموی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے یہ قصہ بیان کیا جیسا کہ البدایہ والنہایہ (ج ۳ ص ۲۶۷) میں ہے تو اس سند میں الکلبی ہے اور یہ کذاب ہے۔ الخ

(کلبی کذاب، دجال، سبائی اور رافضی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ مؤقر ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو مئی ۲۰۰۶ شمارہ نمبر ۲۴ ص ۵۳ تا ص ۵۴۔ مترجم)

سینتیسواں قصہ: نصر بن حجاج کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابو بردہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک رات گشت فرما رہے تھے، اس دوران میں وہ ایک عورت تک آ پہنچے جو یہ شعر پڑھ رہی تھی:

هل من سبيل إلى خمر فأشر بها   أم من سبيل إلى نصر بن حجاج

کیا میرے لئے کوئی راستہ ہے شراب کی طرف کہ میں اُسے پی لوں یا نصر بن حجاج کی طرف کوئی راستہ ہے؟ جب صبح ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نصر بن حجاج سے متعلق پوچھا، تو وہ بنی سلیم کا ایک شخص تھا، آپ نے اس کی طرف قاصد بھیجا، وہ آپ کے پاس آ گیا وہ انتہائی خوبصورت آدمی تھا اُس کے بال بھی بڑے خوبصورت تھے۔

آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنے بال مونڈھ ڈالو، تو اُس نے ایسا ہی کیا۔ تو اُس کی پیشانی نمایاں ہوگئی اس کی خوبصورتی اور بڑھ گئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: جائیے عمامہ باندھ لیجئے۔ اس نے ایسا ہی کیا اُس کے حسن میں اور اضافہ ہو گیا۔

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ میرے ساتھ اُس زمین پر نہیں رہ سکتا جس پر میں ہوں، پھر آپ نے اُن کے لئے کچھ مال وغیرہ کا حکم دیا اور انہیں بصرہ بھیج دیا۔ [یہ ضعیف قصہ ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابن دیزیل نے اپنی حدیث (ص ۴۶) میں داود بن ابی الفرات کی

سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

متابعات: اس کی عمر رضی اللہ عنہ سے اس روایت پر مختلف لوگوں نے متابعت کی ہے جیسے:

① عبداللہ بن بریدہ: ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ ص ۲۸۵) الخرائطی (الاصابۃ ج ۱۰ ص ۱۹۸) ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۶۰۸) ابن دیزیل نے اپنی "حدیث" (ص ۴۵) مدائنی نے "المغربین" میں جیسا کہ فتح الباری (ج ۱۲ ص ۱۵۹) میں داود بن ابی الفرات کی سند سے ہے۔

عبداللہ بن بریدہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم نے المراسیل (ص ۹۶) میں کہا کہ ابوزرعہ نے فرمایا: "عبداللہ بن بریدہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔" دیکھئے العلائی کی جامع التحصیل (ص ۲۰۷) اور ابن حجر نے الاصابۃ (ج ۱۰ ص ۱۹۸) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا اور اس میں "نظر" ہے۔

② علوان بن داود البجلی: ابن دیزیل نے اپنی حدیث (ص ۴۶) میں سعید بن عفیر کی سند سے اسے بیان کیا۔ اس کی سند بالکل کمزور ہے اس میں علوان بن داود البجلی ہے، اس سے متعلق امام بخاری نے فرمایا منکر الحدیث ہے اور ابو سعید بن یونس نے فرمایا: "منکر الحدیث ہے۔" دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۸) امام بخاری نے فرمایا: ہر وہ راوی جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہوں، پس اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔

③ محمد بن سیرین: خرائطی نے اسے روایت کیا جیسا کہ الاصابۃ (ج ۱۰ ص ۱۹۸) میں ہے۔ اس کی سند کو ابن حجر نے ضعیف کہا ہے۔

④ عامر بن شراحیل الشعبی: ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۱۷: ل ۵۳۸/ط) میں روایت کیا۔ اس کی سند بھی ضعیف ہے اس لئے کہ شعبی کا عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پانا یا سماع ثابت نہیں تو عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت منقطع ہے۔

ابن ابی حاتم نے المراسیل (ص ۱۳۲) میں کہا: ابوزرعہ نے کہا: الشعبی کی عمر سے

روایت مرسل ہے اور اسی طرح ابو حاتم نے فرمایا۔ دیکھئے جامع التحصیل (ص ۲۰۴)

⑤ عوف بن ابی جمیلہ: ابن دیزیل نے اپنی حدیث (ص ۵۰) میں "أبوبکر محمد بن محمد بن سلیمان: حدثنا وھب بن بقیۃ: حدثنا خالد" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اس کی سند بالکل بودی ہے اس میں دو (۲) علتیں ہیں:

پہلی علت: عوف بن ابی جمیلہ اور عمر بن الخطاب کے درمیان انقطاع ہے۔

دوسری علت: محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی مدلس ہے، اختلاط کا شکار اور بڑی بڑی غلطیاں کرنے والا راوی ہے۔

السلمی نے السؤالات (ص ۲۸۶) میں کہا: میں نے دارقطنی سے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا: "یہ مخلط، مدلس، جن کے پاس حاضر ہوتا اُن سے لکھ لیتا پھر اپنے اور اپنے شیخ کے درمیان تین راوی ساقط کر دیتا۔ یہ بڑی غلطیاں کرنے والا ہے.........."

الراسبی نے کہا کہ مجھ سے ابن مظاہر نے بیان کیا: یہ شخص جھوٹ نہیں بولتا، لیکن اس کی خوشی اسے اس بات پر ابھارتی ہے کہ یہ کہے "حدثنا" میں نے اس کی کتب میں بعض مقامات پر دیکھا کہ اس سے فلاں نے بیان کیا اور میری کتاب میں فلاں (کسی اور) سے ہوتی۔ پھر میں اسے یہ کہتے ہوئے دیکھتا کہ "أخبرنا"

پس الباغندی اور وھب بن بقیہ کے درمیان انقطاع واقع ہے چونکہ وھب سے اس کی شاگردی یا سماع ثابت نہیں۔ دیکھئے تعریف اہل التقدیس لابن حجر (ص ۱۰۸)

میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۶) سیر اعلام النبلاء (ج ۱۴ ص ۳۸۳)

اڑتیسواں قصہ: امام عبداللہ بن مبارک کا فضیل بن عیاض (کو میدانِ جہاد سے خط لکھنے) کا قصہ

کہا جاتا ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک نے فضیل بن عیاض کو میدان جہاد سے ایک خط لکھا جس میں چند اشعار تھے:

اے حرمین میں بیٹھ کر عبادت کرنے والے اگر تو ہمارا حال دیکھ لیتا۔ تو تُو جان لیتا

کہ تیری عبادت تو کھیل ہے، وہ جو اپنی گردنوں کو (رو رو کر) اپنے آنسوؤں سے رنگ (کرتر کر) دیتا ہے، اور ہماری گردنیں ہمارے ہی خونوں سے رنگ جاتی ہیں۔

یا اپنے گھوڑوں کو باطل کاموں میں تھکا دیتا ہے اور ہمارے گھوڑے تو گھمسان کی جنگ میں تھک جاتے ہیں، مرکب خوشبوئیں تمہارے لئے ہیں اور ہمارے لئے (گھوڑوں کی) ٹاپوں سے اٹھنے والی گرد اور پاکیزہ غبار ہی مرکب خوشبوئیں ہیں۔

اور ہمارے پاس ہمارے نبی کی بات آئی، جو صحیح اور سچی بات ہے نہ جھٹلائی جاتی ہے کسی بندہ کی ناک میں اللہ کے لشکر کی گرد و غبار اور (جہنم کی) بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔

اور یہ اللہ کی کتاب ہے، جو ہمارے درمیان بول رہی ہے۔ شہید مردہ نہیں ہوتا۔

[یہ من گھڑت کہانی ہے۔]

تخریج: سبکی نے طبقات الشافعیۃ (ج۱ص۲۸۶) میں لکھا: ابوالمفضّل محمد بن عبداللہ بن المطلب الشیبانی نے کہا: ہمیں ابو محمد عبداللہ بن سعید بن یحیٰی الجزری القاضی نے سن ۳۱۷ھ میں زبانی املا کروایا۔ اس نے کہا کہ مجھے محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ البھرانی نے حلب شہر میں اپنی کتاب سے ۲۳۶ھ میں املا کرایا۔ اس نے کہا مجھے یہ اشعار عبداللہ بن المبارک نے طرسوس میں املا کروائے اور میں حج کے لئے ان سے رخصت ہوا تو میرے ساتھ یہ خط فضیل بن عیاض کی طرف بھیجا اور یہ ۱۲۶ھ کی بات ہے پھر یہ اشعار سنائے۔

جرح: اس کی سند تاریک ہے، اس میں ابوالمفضل حدیث گھڑنے کے ساتھ متہم ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج۵ص۵۴) اور حلبی کی ''الکشف الحثیث عمن رمي بوضع الحدیث'' (ص ۲۳۶) اور اسی سند سے ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج۸ص۳۶۴) میں اور الداری نے طبقات السنیۃ (ج۴ص۱۸۷) میں۔

عرض مترجم:

ہمارے استاذ محترم زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

"سیر اعلام النبلاء میں یہ واقعہ بے سند مذکور ہے۔ اگر کوئی واقعہ بغیر سند کے آثار البلاد، النجوم الزاہرہ اور سیر اعلام النبلاء وغیرہ ہزاروں کتابوں میں مذکور ہو تو علمی دنیا میں بے فائدہ ہے۔

تاریخ دمشق لابن عساکر (ج ۴۴ ص ۳۰۷) وطبقات شافعیہ (نسخہ تاج ا ص ۱۵۰، ۱۵۱) میں یہ قصہ ابو المفضل محمد بن عبداللہ الشیبانی عن محمد عبداللہ بن محمد بن سعید بن یحییٰ القاضی عن محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ (الحلبی) کی سند سے لکھا ہوا ہے۔ ابو المفضل الشیبانی کے حالات لسان المیزان (ج ۵ ص ۲۳۱، ۲۳۲) و میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۷) وغیرہما میں مذکور ہیں۔ اس کے شاگرد امام ابو القاسم الازہری فرماتے ہیں: "کان ابو المفضل دجالاً کذابا" ابو المفضل دجال کذاب تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۴۶۷ ت ۳۰۱۰ وسندہ صحیح)

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سعید بن یحییٰ القاضی "مفقود الخبر" ہے اس کی تلاش جاری ہے، جس شخص کو اس کے حالات مل جائیں وہ "الحدیث" حضرو کے پتہ پر اطلاع بھیج دے۔ شکریہ

خلاصۃ التحقیق:

یہ سند موضوع و بے اصل ہے لہٰذا اس قصے کا بیان کرنا جائز نہیں ۱۸ رجب ۱۴۲۶ھ۔"
(ماہنامہ "الحدیث" شمارہ نمبر ۱۸ ج ۲ نومبر ۲۰۰۵)

بلاشبہ جہاد کے بے شمار فضائل قرآن وسنت میں بکثرت مقامات پر جہاد کی اہمیت، فضیلت اور مقام وعظمت کو بیان کیا گیا ہے اور جہاد سے مسلمانوں کی عزت وعظمت کے تحفظ سے انکار کی بھی گنجائش نہیں ۔۔۔ لیکن "جہاد" کے علاوہ عبادات کو کھیل تماشا قرار دینا قطعاً درست نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ

اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (٤/ النسآء:٩٥)

''ایمان والوں میں سے وہ لوگ جو معذور نہیں اور (اپنے گھروں میں) بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں یہ دونوں (اللہ کے ہاں) برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے اجر عظیم کی فضیلت دی ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں مجاہدین اور بیٹھے رہنے والوں میں مقام، مرتبہ، درجات اور فضیلت میں زمین وآسمان کا فرق واضح ہے لیکن یہ بھی کہ ﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ ﴾ ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ''بھلائی'' کا وعدہ فرمایا: سو عبادت کو اور وہ بھی حرمین شریفین میں عبادت کو ''کھیل تماشا'' سمجھنا باطل ہے یقیناً باطل ہے۔ ابن المبارک جیسے ''عظیم محدث'' سے نہ تو یہ من گھڑت اشعار ثابت ہیں اور نہ ہی وہ ایسا کہہ سکتے تھے۔

ہاں البتہ اس شعر میں ''میدانِ جہاد کے گرد وغبار اور جہنم کے دھوئیں سے متعلق جو بات کہی گئی وہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو عبس عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عبدٍ في سبيل اللّٰهِ فتمسته النار)) یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کے راستہ (جہاد) میں غبار آلود ہوں پھر انہیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔ (صحیح البخاری:۲۸۱۱)

سید المحدثین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((و لا يجتمع على عبد غبار في سبيل الله ودخان جهنم))

''اور کسی بندے پر اللہ کی راہ (جہاد) کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔'' (سنن الترمذی:۱۶۳۳)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا، علامہ البانی نے بھی صحیح قرار دیا۔ استاذِ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب نے تخریج ریاض الصالحین (مطبوعہ دارالسلام ح ۱۳۰۴) میں اسے صحیح قرار دیا۔ جب جہاد پر اس قدر آیات و بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں تو پھر ان من گھڑت اشعار جو حق و باطل کا ملغوبہ ہیں انہیں بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟

انتالیسواں قصہ: نبی کریم ﷺ اور آپ کے چچا ابوطالب کا قصہ

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ سے روایت ہے کہ

قریش نے جب ابوطالب سے یہ بات کہی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف قاصد بھیجا (جب آپ تشریف لائے تو) چچا نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کی یہ قوم میرے پاس آئی اور مجھ سے ایسا ایسا کہا۔

آپ اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کیجئے، مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے کہ جسے میں اٹھا نہ سکوں....تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یا عماہ، لو وضعوا الشمس في یمیني والقمر في یساري علی أن أترك هذا الأمر حتی یظهره الله أو أهلك فیه ماترکته"

اے چچا، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا رکھیں کہ میں اس دعوت کو چھوڑ دوں تو میں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ الخ

ان الفاظ کے ساتھ تو اس کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔ (فوزی) [ضعیف جدًا]

تخریج: ابن جریر نے التاریخ (ج ۱ص ۵۴۵) ابن اسحاق نے السیرۃ (ج ۱ص ۲۷۸) اور بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۲ص ۱۸۷) میں یعقوب سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند (منقطع ہونے کی وجہ سے) ہلاک کر دینے والی ہے معضل ہے۔ یعقوب (حافظ ابن حجر کے نزدیک) طبقۂ سادسہ میں سے ہیں، کسی صحابی کو انہوں نے نہیں پایا۔

حوالہ: دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۲۰۸)

البانی نے "سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ" (ج ۲ ص ۳۱۰) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ قصہ طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۹۲) اور المعجم الاوسط (ج ۸ ص ۲۵۲، ۲۵۳ ح ۸۵۴۸) میں بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۲ ص ۱۸۶) اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند (بتحقیق ارشاد الحق الاثری: ۶۷۔۱۷، علامات النبوۃ للبوصیری ص ۸۵) بخاری نے التاریخ الکبیر (ج ۷ ص ۵۱) [حاکم نے المستدرک ۳/ ۵۷۷ ح ۶۴۶۷، البزار نے البحر الزخار ۶/ ۱۱۵ ح ۲۱۷۰] میں "طلحۃ بن یحیی عن موسی بن طلحۃ: ثنا عقیل بن ابی طالب" کی سند سے بیان کیا۔

اور اس میں ان الفاظ "لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر..." کے بجائے یہ الفاظ ہیں:

" أترون هذا الشمس ؟ قالوا: نعم، قال فما انا بأقدر على أن أدع ذلك منكم على أن تستشعلوا منها شعلة " کیا تم یہ سورج دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے مقابلہ میں اس دعوت کو چھوڑ دینے پر ایسے ہی قادر نہیں جیسے تم اس سورج سے ایک شعلہ لے آنے پر قادر نہیں!

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ القرشی ہے محدثین نے اس پر کلام کیا ہے، اس سے متعلق یحییٰ القطان نے فرمایا: یہ قوی نہیں تھا، امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث تھا، یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ قوی نہیں اور ایک بار فرمایا: ثقہ ہے، نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں اور ایک بار "صالح" بھی کہا۔ یعقوب بن سفیان نے کہا: معزز آدمی ہے، اس میں کوئی ایسی بات نہیں، اس کی حدیث میں کچھ ضعف ہے، الساجی نے کہا: صدوق تھا لیکن قوی نہ تھا، ابن حجر نے فرمایا: صدوق ہے خطائیں کرتا تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ غلطیاں کرتا تھا اور عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں اسے ذکر کیا۔ فوزی کہتے ہیں: اس طرح کے راوی جو غلطیاں کرتے ہیں، وہم ہوتا ہے تو جب یہ کسی روایت میں اکیلے ہوں تو ان سے حجت نہیں لی جاتی، اسی لئے امام بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ فتنبہ

[تنبیہ: طلحہ بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہے، جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے تحریر تقریب التہذیب: ۳۰۳۶ لہٰذا اس پر فوزی کی جرح درست نہیں ہے۔ یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور فوزی کا اسے ضعیف قرار دینا غلط ہے۔ زبیر علی زئی]

حوالے: دیکھئے تہذیب الکمال (ج ۱۳ ص ۴۴۱) تقریب التہذیب (ص ۶۸۳) الضعفاء الکبیر للعقیلی (ج ۲ ص ۲۲۶) ابن حبان کی الثقات (ج ۶ ص ۴۷۸) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۶۶) ذہبی کی المغنی فی الضعفاء (ج ۱ ص ۳۱۷) اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۱۵) میں اسے ذکر کیا اور فرمایا: اسے طبرانی نے ''الاوسط'' اور ''الکبیر'' میں اور ابو یعلیٰ نے معمولی سے اختصار کے ساتھ روایت کیا اور ابو یعلیٰ کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

چالیسواں قصہ: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے گھر جلنے کا قصہ

طلق بن حبیب نے روایت کی کہ ایک شخص سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو درداء! آپ کا گھر جل گیا۔ آپ نے جواب دیا: میرا گھر نہیں جلا پھر دوسرا شخص آیا اور کہا: میں آگ کے پیچھے رہا، جب آگ آپ کے گھر تک پہنچی تو بجھ گئی۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنے والا۔ تو ایک شخص نے کہا:

اے ابو درداء! مجھے نہیں معلوم آپ کی دونوں باتوں میں سے کس بات پر تعجب کروں! آپ کا یہ کہنا کہ ''میرا گھر نہیں جلا'' یا آپ کا یہ کہنا کہ ''میں جانتا تھا یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنے والا''؟ تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چند کلمات ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قالهن حين يصبح لم تصبه مصيبةٌ حتى يمسي ، ومن قالهن حين يمسي لم تصبه مصيبة حتى يصبح: اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت ، عليك توكلت، وأنت رب العرش العظيم ...."

جو کوئی یہ کلمات صبح کے وقت کہے تو شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی
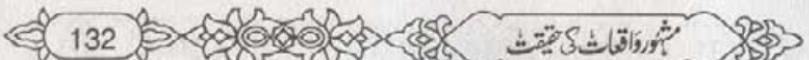
اور جو کوئی شام کے وقت کہے تو صبح تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔(وہ کلمات یہ ہیں) اللھم انت ربي... ''اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، میں نے تجھ ہی پر توکل کیا، اور تو عرش عظیم کا رب ہے....'' [اس کی سند انتہائی کمزور ہے۔]

تخریج: طبرانی نے الدعاء (ج ۲ ص ۹۵۴) ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (ص ۳۰) اور الخرائطی نے مکارم الاخلاق (ج ۲ ص ۴۰۱) اور ابن حجر نے نتائج الافکار (ج ۲ ص ۴۰۱) میں ''ھدبۃ بن خالد: ثنا الأغلب بن تمیم: ثنا الحجاج بن فرافصۃ عن طلق ابن حبیب'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند بالکل ضعیف ہے اس میں الاغلب بن تمیم ہے جس کے متعلق بخاری نے فرمایا: ''یہ منکر الحدیث ہے۔'' ابن معین نے فرمایا: ''یہ کچھ بھی نہیں'' ابن عدی نے فرمایا: ''اس کی روایات غیر محفوظ ہیں۔'' ابن حجر نے فرمایا: ''سخت ضعیف ہے۔''

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۷۳) اور ابن حجر نے فرمایا: ''یہ حدیث غریب ہے۔'' اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ (ص ۳۱) میں ابن حجر نے نتائج الافکار (ج ۲ ص ۴۰۳) میں اور الحارث نے اپنی مسند (ص ۳۱۵۔ الزوائد) میں ''یزید بن ہارون أخبرنا معان أبو عبداللہ: حدثنا رجل عن الحسن'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے... الخ یہ سند بھی پچھلی سند کی طرح ضعیف ہے، اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: معان ابو عبداللہ کا مجہول ہونا۔

دوسری علت: حسن سے روایت کرنے والے راوی کا مجہول ہونا۔

دیکھئے عراقی کی ''ذیل المیزان'' (ص ۴۲۳) اور ابن حجر نے فرمایا یہ سند الرجل کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: ابن حجر کے ہاں ''معاذ بن عبداللہ'' واقع ہوا ہے یہ تصحیف ہے صحیح یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

اکتالیسواں قصہ: دو روزہ دار خواتین کا قصہ

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کہ دو خواتین روزہ سے تھیں اور لوگوں کی غیبت کر رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں (اس میں) قے کر لو۔ پس اُن دونوں نے کر دی۔ (اُن کی قے میں) پیپ، خون اور کچا گوشت تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دو عورتوں نے حلال سے روزہ رکھا اور حرام سے افطار کیا۔ [منکر روایت ہے۔]

تخریج: یہ روایت ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (ج ۳ ص ۱۴۷) اور المفارید (ص ۸۷) میں اور ابن الاثیر نے اسد الغابۃ (ج ۳ ص ۵۳۸) میں ''حماد بن سلمۃ عن سلیمان التیمي عن عبید'' کی سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن عبدالبر نے الاستیعاب (ج ۷ ص ۱۱۳) میں فرمایا: عبید مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے سلیمان التیمی نے روایت کیا جبکہ انہوں نے ان سے کچھ نہیں سنا ان کے درمیان کوئی اور شخص ہے۔ جس سند کی طرف ابن عبدالبر نے اشارہ فرمایا ہے وہ احمد نے اپنی مسند (ج ۵ ص ۴۳۱) میں اور ابن ابی الدنیا نے ''الغیبہ'' (ص ۴۹) اور ''الصمت'' (ص ۳۰۶) میں مختلف اسناد کے ساتھ ''سلیمان التیمي عن رجل عن عبید'' سے بیان کیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں ''رجل'' شخص کا نام نہیں لیا گیا۔ علامہ عراقی نے تخریج احیاء العلوم میں (ج ۳ ص ۱۴۲) میں فرمایا: ''اسے احمد نے عبید مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا اس کی سند میں ایک شخص (رجل) کا نام نہیں لیا گیا اور علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۲ ص ۱۰) میں اس کی تضعیف فرمائی۔ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۳ ص ۱۷۱) میں اسے بیان کیا پھر فرمایا: یہ سارا قصہ احمد نے بیان فرمایا اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے اس کی سند میں ایک شخص ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

اس روایت کا ایک شاہد: ابن ابی الدنیا نے ''الغیبہ'' (ص ۴۷) اور ''الصمت'' (ص ۳۰۵) میں، ہناد نے الزہد (ج ۲ ص ۵۷۳) الطیالسی نے اپنی مسند (ص ۲۸۲) بیہقی

نے ''شعب الایمان'' (ج ۵ ص ۳۰۱) ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں جیسا کہ عراقی کی تخریج احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۴۲) میں ہے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف (ج ۳ ص ۴) میں ''الربیع بن صبیح عن یزید الرقاشي عن أنس بن مالک'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

اس کی سند سخت ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں: (۱) الربیع بن صبیح البصری ضعیف اور بد حافظہ ہے۔ (۲) یزید بن ابان الرقاشی (ضعیف) ہے۔ اسے ابن معین، دار قطنی، برقانی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا اور نسائی اور حاکم نے اسے متروک الحدیث کہا۔ شعبہ اس پر سخت جرح کرتے تھے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۷۰) اور تقریب التہذیب (ص ۵۹۹) حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج ۴ ص ۱۹۰) میں فرمایا: اس کی سند ضعیف اور متن غریب ہے۔ علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۲ ص ۱۰، ۱۱) میں اسے ذکر کیا اور پھر فرمایا: یہ سند سخت ضعیف ہے، الربیع بن صبیح ضعیف اور یزید بن ابان (الرقاشی) متروک راوی ہے۔

عرضِ مترجم:

اکثر لوگ رمضان المبارک میں روزے کی حفاظت یا اس کے علاوہ ''غیبت'' کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے یہ قصہ بیان کرتے نظر آتے ہیں، جبکہ سنداً یہ قصہ ثابت نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو ''اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے'' سے تعبیر فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے اور بہت رحم کرنے والا ہے۔'' [الحجرات: ۱۲]

لہٰذا ضعیف و موضوع روایات سے اپنا دامن بچاتے ہوئے قرآن اور صحیح حدیث

روشنی میں وعظ و نصیحت کیجئے۔

بیالیسواں قصہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دودھ فروش خاتون کے ساتھ قصہ

اسلم بیان کرتے ہیں: اس دوران میں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب وہ مدینہ میں گشت فرما رہے تھے، جب وہ انتہائی تھک گئے تو رات کے ایک حصہ میں دیوار سے ٹیک لگا کر آرام فرمانے لگے، ایک خاتون اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: اے میری بیٹی! اُٹھ کر ذرا دودھ میں پانی ملا دے۔

بیٹی نے کہا: امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے آج کس قدر تاکید فرمائی ہے؟ ماں نے کہا: انہوں نے کس بات کی تاکید فرمائی ہے بیٹی؟ بیٹی نے کہا: انہوں نے ایک منادی کو حکم دیا اور اس منادی نے یہ اعلان کیا کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ملاوٹ نہ کی جائے۔ ماں نے کہا: اے بیٹی! اٹھ اور دودھ میں پانی ملا دے، تو ایسی جگہ ہے جہاں تجھے نہ عمر رضی اللہ عنہ دیکھ پائیں گے اور نہ ان کا منادی۔ بچی نے اپنی ماں سے کہا: امی جان! میں ایسی نہیں ہوں کہ جلوت میں ان کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے۔ فرمایا: اے اسلم! اس دروازے کو خوب یاد رکھو اور اس جگہ کو پہچان لو۔ پھر آپ اپنے گشت کے لئے چل دیئے۔ جب صبح ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! اس مقام پر جاؤ اور دیکھو۔ کہنے والی کون تھی اور کس سے کہہ رہی تھی اور یہ کہ کیا ان کے ہاں کوئی مرد ہے؟

اسلم کہتے ہیں: میں اس جگہ پہنچا تو لڑکی غیر شادی شدہ تھی اور یہ اس کی ماں تھی جس کا شوہر نہ تھا (وہ بیوہ یا مطلقہ تھی) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں اس کی خبر دی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بلا بھیجا اور انہیں اکٹھا کیا اور کہا: تم میں سے کوئی (نیک) عورت سے نکاح کا خواہش مند ہے؟ (وہ عورت اس قدر نیک ہے کہ) اگر تمہارے والد کو نکاح کی ضرورت ہوتی تو تم میں سے کوئی اس لڑکی کی طرف سبقت نہ لے جاتا تو

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری تو بیوی ہے، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ میری بیوی ہے۔ عاصم نے کہا: اے ابا جان! میری بیوی نہیں پس میری شادی کروا دیں، عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی طرف پیغام بھیجا اور اپنے بیٹے عاصم سے اس کا رشتہ کرا دیا۔ اس سے عاصم کی ایک بیٹی پیدا ہوئی اور اس بیٹی کے ہاں بھی ایک بیٹی ہوئی اس بیٹی کے ہاں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ (یعنی وہ عمر بن عبدالعزیز کی والدہ کی نانی تھی) [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: آجری نے اخبار عمر بن عبدالعزیز (ص ۴۸، ۴۹) میں "محمد بن عبدالله بن عبدالحكم بن أعين قال: أخبرني أبي قال: حدثنا عبدالله بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده أسلم" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں عبداللہ بن زید بن اسلم ہے جسے ابن معین، ابن المدینی، جوزجانی، ابوزرعہ اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے فرمایا: اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث لکھی جائے اور نسائی نے فرمایا: یہ قوی نہیں، ابن حبان نے فرمایا: نیک شخص تھا، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا اور وہم کا شکار تھا۔ ثقہ راویوں سے ایسی ایسی باتیں بیان کرتا کہ فن حدیث کا مبتدی بھی انہیں سنتا تو ان کے من گھڑت ہونے کی گواہی دیتا۔ اور عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین پر ابن معین نے اخبار عمر بن عبدالعزیز کی وجہ سے کچھ انکار فرمایا ہے۔

حوالے:

دیکھئے الضعفاء لابن الجوزی (ج ۲ ص ۱۲۳) تہذیب الکمال (ج ۱۴ ص ۵۳۵) تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۱۹۵، ۲۵۳) تقریب التہذیب (ص ۳۰۴، ۳۱۰) اور اسی سند سے ابن الجوزی نے یہ قصہ ''تاریخ عمر بن خطاب'' (ص ۱۰۳) میں روایت کیا ہے۔

تینتالیسواں قصہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے خشک گھاس کا ایک ٹکڑا اٹھا کر فرمایا: کاش میں یہ گھاس ہوتا! کاش کہ میں پیدا نہ کیا جاتا! کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا! کاش کہ میں کچھ نہ ہوتا! اے کاش بھولا بھلایا ہوا ہوتا! [ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: ابن ابی شیبہ نے مصنف (ج ۱۳ص ۲۷۶) ابن المبارک نے الزہد (ص ۷۹) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ص ۳۶۰) اور ابن الجوزی نے ''المقلق'' (ص ۶۱) میں ''شعبۃ عن عاصم بن عبیداللہ عن عبداللہ'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے، اس میں عاصم بن عبیداللہ بن عاصم بن عمر العدوی ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۲۸۵)

اور ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۳ص ۳۶۱) میں اسے ''یحیی بن سعید و عبیداللہ بن عمر عن عاصم بن عبیداللہ عن سالم عن عمر'' کی سند سے اس قسم کا ایک قصہ نقل کیا ہے، اس کی سند بھی سابقہ سند کی طرح عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عرضِ مترجم:

اکثر لوگ عاجزی وانکساری کے عنوان پر گفتگو یا خطاب کے دوران میں اکثر و بیشتر یہ قصہ بیان کرتے سنے جاتے ہیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ ثابت ہی نہیں۔ یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ عاجزی وانکساری کو پسند فرماتا ہے اور غرور، تکبر اور گھمنڈ کو پسند نہیں فرماتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ))

''اور جو صرف اللہ (کی رضا کے لئے) تواضع، عاجزی وانکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔''

(لقمان:۱۸)

چوالیسواں قصہ: نبی کریم ﷺ اور ایک بوڑھی خاتون کا قصہ

حسن سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بوڑھی خاتون آئیں، عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں داخل فرمادے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں کی ماں! یقیناً جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی، راوی نے کہا: وہ روتی ہوئی چلی گئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جاکر بتلاؤ وہ جنت میں اسطرح داخل نہیں ہوں گی کہ وہ بوڑھی ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝﴾

''ہم نے ان (کی بیویوں) کو خاص طور پر بنایا ہے، اور ہم نے انہیں کنواریاں بنادیا ہے، محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں۔'' (الواقعۃ:۳۵ تا ۳۷)

تخریج: ترمذی نے الشمائل المحمدیۃ (ص ۲۰۱ ح ۲۳۹) میں بغوی نے اپنی تفسیر (ج ۸ ص ۱۴) میں اور الانوار (ج ۱ ص ۳۵۸) میں، بیہقی نے ''البعث'' (ص ۲۰۰) میں اور ابوالشیخ نے ''اخلاق النبی ﷺ'' (ص ۸۸) میں ''مبارک بن فضالۃ عن الحسن'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: مبارک بن فضالہ تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا۔

دوسری علت: روایت مرسل ہے۔

دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۵۱۹) اور تعریف اہل التقدیس (ص ۱۰۴) اور اسی سند سے ابن القیم نے ''حادی الارواح'' (ص ۲۶۵) میں یہ روایت بیان کی اور اس میں جریر نے حسن سے مرسلاً بیان کرتے ہوئے مبارک بن فضالہ کی تائید کی ہے۔

ابن بشکوال نے ''غوامض الاسماء المبہمہ'' (ج ۱۳ ص ۸۵۴) میں علی بن محمد کی سند سے حسن (بصری) سے (مرسلاً) روایت کی ہے۔

اس کی سند میں بھی علی بن مدائنی الاخباری ہے۔ ابن عدی نے اس سے متعلق کہا کہ

یہ حدیث میں قوی نہیں اور یحییٰ بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۱۵۳) لسان المیزان (ج ۴ ص ۲۵۳)

[یہ صدوق راوی ہے۔ دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۱۰۸]

حافظ العراقی نے تخریج احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۲۹) میں، اس روایت میں ''ارسال'' ہی کی علت بیان فرمائی لیکن اس پر تعاقب کیا اور کہا: ابن الجوزی نے ''الوفاء'' میں اسے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک ضعیف سند سے مسنداً بیان کیا۔

حافظ ابن کثیر نے شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۱۰۰) میں ارسال ہی کی علت سے، اس روایت کو معلل ٹھہرایا ہے۔

ایک شاہد: اس روایت کا ایک شاہد ہے۔ جسے طبرانی نے المعجم الاوسط (ج ۵ ص ۳۵۷) میں اور ابونعیم نے ''صفۃ الجنۃ'' (ج ۳ ص ۲۳۱) میں "محمد بن عثمان بن أبي شيبة ثنا أحمد بن طارق: ثنا مسْعَدَة بن اليسع: ثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن عائشة" (رضی اللہ عنہا) کی سند سے یہ روایت بیان کی۔

[یہ روایت مسعدہ بن الیسع الباہلی کی وجہ سے موضوع ہے کیونکہ یہ سخت مجروح راوی ہے۔]

خلاصۂ کلام: یقیناً یہ حدیث ضعیف ہے اور دو اہم سبب واضح ہیں:

اولاً: اس کے متون کے اضطراب کی وجہ سے۔

ثانیاً: اس کی اسانید کے ضعف پر غور کرتے ہوئے اور اس میں پیدا ہونے والے اضطراب کی وجہ سے، اس روایت کی تقویت بھی ممکن نہیں ہے اور اس کے بعض راویوں کے شدید ضعف کی وجہ سے بھی یہ ممکن نہیں اور اس حدیث کی علت کے واضح ہو جانے کے بعد آپ جان سکتے ہیں اس قسم کی روایت کی تحسین یعنی ''حسن'' قرار دینا انتہائی دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔

عرضِ مترجم:

اس روایت کی اسنادی حیثیت آپ کے سامنے ہے کہ اصولِ حدیث کی روشنی میں یہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی لیکن آپ نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہوگا حتیٰ کہ بعض اہلِ علم حضرات بھی

"سنجیدہ مزاح" جس میں نہ جھوٹ ہو اور نہ کسی کی تحقیر ہو، کے سلسلے میں یہ روایت بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ ضعیف روایت ہے۔

ٹھیک ہے اسلام یہ حکم نہیں دیتا کہ انسان بالکل خشک مزاج بن کر رہ جائے بلکہ سنجیدہ مزاح جس میں جھوٹ ہو نہ غلط بیانی اور تحقیر ہو نہ کسی کا دل دکھانا تو ایسا مزاح قطعاً معیوب نہیں۔

پینتالیسواں قصہ: فروخ اور اس کے بیٹے ربیعہ کا قصہ

عبدالوہاب بن عطاء الخفاف نے کہا: مجھ سے مدینہ کے بعض مشائخ نے بیان کیا کہ ربیعہ کے والد فروخ بنواُمیہ کے حکمرانی کے دنوں میں مجاہد ہو کر جہادی قافلوں میں خراسان کی طرف گئے اور ربیعہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے، فروخ اپنی زوجہ اور ربیعہ کی والدہ کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑ گئے تھے، ستائیس سال بعد وہ مدینہ لوٹ آئے، وہ گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اپنے گھوڑے سے اترے اور نیزے سے دروازہ کھولا تو ربیعہ نکل آئے اور کہا: اے اللہ کے دشمن! آپ میری حرمت (کے مقام) پر داخل ہو چکے ہیں، دونوں ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے لگے حتیٰ کہ پڑوسی جمع ہو گئے۔

تو مالک بن انس و دیگر شیوخ تک یہ خبر پہنچی وہ ربیعہ کی مدد کے لئے آ گئے اور ربیعہ فروخ سے کہنے لگے، اللہ کی قسم! میں تمھیں بادشاہ کے پاس لے جا کر ہی چھوڑوں گا، اور فروخ بھی اسی طرح کہنے لگا، اور یہ کہ تم میری بیوی کے ساتھ تھے، اور بہت شور و غوغا ہوا، لوگوں نے جب مالک بن انس کو دیکھا تو سب خاموش ہو گئے۔ تو مالک نے کہا: اے بزرگ! آپ کے لئے کسی دوسرے گھر میں گنجائش ہو گی، تو فروخ نے کہا: یہی میرا گھر ہے اور میں فروخ ہوں فلاں قبیلے کا آزاد کردہ غلام۔ ان کی بیوی نے یہ بات سن لی تو باہر آئی اور کہا: یہ میرے شوہر ہیں اور یہ میرا بیٹا ہے جسے میں نے ان کے جانے کے بعد جنا (جس وقت فروخ گھر سے گئے تو) میں حاملہ تھی، پس دونوں گلے ملے اور رونے لگے.... [یہ موضوع روایت ہے]

تخریج: ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (ج۶ ص۹۳) میں " أحمد بن إبراهيم بن شاذان: أنبأنا أبو بكر أحمد بن مروان المالكي بمصر: حدثنا يحيى بن

أبي طالب: حدثنا عبدالوهاب " کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند مشائخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: "یہ باطل قصہ ہے۔" [اس سند کا ایک راوی احمد بن مروان المالکی سخت ضعیف اور متہم بالکذب ہے۔ لہٰذا یہ سند موضوع ہے۔]

چھیالیسواں قصہ: نبی کریم ﷺ کا اہلِ مکہ کے ساتھ معاملے کا قصہ

قتادہ السدوسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب باب کعبہ پر ٹھہرے تو وہاں کھڑے ہوکر فرمایا: لا إله إلا اللّٰهُ وحده لا شريك له : اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی......

اے قریش کی جماعت! بے شک اللہ نے تمھاری جاہلیت کا غرور اور آباؤ اجداد پر فخر و غرور زائل فرما دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ﴾ (الحجرات: ١٣)

"اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں کنبے اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ تقویٰ دار ہے۔"

اے جماعتِ قریش اور اے اہلِ مکہ! تم کیا خیال رکھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا: "بھلائی" (کرنے والے ہیں) آپ معزز بھائی ہیں اور معزز بھائی کے بیٹے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چلے جاؤ تم سب آزاد ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو چھوڑ دیا...... [یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: طبری نے التاریخ (ج ۲ ص ۱۶۱) میں "ابن حمید حدثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عمر بن موسیٰ بن الوجیہ عن قتادة" کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند تاریک ہے اور اس میں بہت سی علتیں ہیں:

پہلی علت: ارسال ہے (یہ روایت مرسل ہے، قتادہ السدوسی تابعی ہیں)

دوسری علت: محمد بن حمید الرازی کو (جمہور) محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تیسری علت: سلمہ بن الفضل الابرش ضعیف ہے۔

چوتھی علت: ابن اسحاق مدلس ہیں اور انہوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔

پانچویں علت: عمر بن موسیٰ بن وجیہ الحمصی ہے۔ بخاری نے اس کے متعلق فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابن عدی نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے ہے جو حدیث کی سند اور متن دونوں ہی گھڑ لیتے ہیں اور نسائی نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے۔ ابو حاتم نے فرمایا: حدیث میں گیا گزرا ہے، یہ احادیث گھڑا کرتا تھا اور دارقطنی نے فرمایا: یہ متروک ہے۔

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۲۴، ۵۳۰) تقریب التہذیب (ص ۳۶۷) تہذیب الکمال (ج ۱۱ ص ۳۰۵) اور ابن اسحاق نے ''السیرۃ'' (ج ۴ ص ۴۰) میں بعض اہل علم کی سند سے یہ روایت بیان کی، وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

شیخ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۳ ص ۳۰۸) میں فرمایا: یہ سند ضعیف ہے، مرسل ہے اس لئے کہ اس میں ابن اسحاق کے شیخ (جن سے اس نے روایت کی تھی) کا نام نہیں لیا گیا، پس وہ مجہول ہیں پھر ابن اسحاق کے شیخ صحابی بھی نہیں ہیں، اس لئے کہ ابن اسحاق نے کسی صحابی کو نہیں پایا (کسی صحابی سے نہیں سنا) بلکہ وہ تابعین اور اپنے دور کے لوگوں سے روایت کرتے تھے تو یہ روایت مرسل ہے یا معضل ہے (اس کی سند میں بعض راویوں کے نام ساقط ہیں) دیکھئے تخریج فقہ السیرۃ (ص ۳۸۲)

سینتالیسواں قصہ: عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ السلمی کا قصہ

عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کی تالیف قلب کے لئے مال عطا فرمایا، وہ معزز لوگوں میں سے تھے۔ آپ انہیں مال عنایت فرما کر ان کے دلوں کو مانوس فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے ان کے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے، حکیم بن حزام کو سو اونٹ دیئے...... سعید بن یربوع کو پچاس اونٹ دیئے، سہی کو پچاس اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو آپ نے چند اونٹ دیئے تو وہ اس پر ناراض ہوئے اور اس پر اس نے رسول اللہ ﷺ پر ناراضی کا اظہار کیا اور آپ کی ہجو میں شعر کہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ میری طرف سے اس کی زبان کاٹ ڈالو۔ پس انہوں نے اسے کچھ بڑھا کر دیا یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا۔ پس یہی اس کی زبان کاٹنا تھا جس کا حکم دیا گیا۔

تخریج: طبری نے اپنی التاریخ (ج ۲ ص ۱۷۵) میں ''ابن حمید: حدثنا سلمۃ عن ابن إسحاق عن عبداللہ'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند بے کار ہے اس میں کچھ علتیں ہیں:

پہلی علت: ارسال ہے (روایت کا مرسل ہونا)

دوسری علت: محمد بن حمید الرازی ہے اس سے متعلق یعقوب بن شیبہ نے کہا: یہ کثیر المناکیر ہے۔ [بہت زیادہ منکر روایات بیان کرنے والا تھا] امام بخاری نے فرمایا: اس میں نظر ہے (یعنی یہ متروک ہے) اور نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں اور ابوزرعہ نے اسے کذاب قرار دیا اور اسی طرح ابن خراش وصالح جزرہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا۔

تیسری علت: سلمہ بن الفضل الابرش ہے۔ بخاری نے اس کے متعلق فرمایا: اس کی احادیث میں بعض مناکیر ہیں، نسائی نے کہا: یہ ضعیف ہے، ابوحاتم نے کہا: اس سے حجت نہ لی جائے۔ ابن المدینی نے فرمایا: ہم الری علاقہ سے نہ نکلے حتیٰ کہ ہم نے سلمہ کی روایات پھینک دیں۔

چوتھی علت: ابن اسحاق مدلس ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۱۹۲، ج ۳ ص ۵۳۰) تقریب التہذیب (ص ۴۶۷) طبقات المدلسین (ص ۷۹) اور سیوطی کی اسماء المدلسین (ص ۱۵۲)

ایک اور سند: بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج ۵ ص ۱۸۲) میں ''أحمد بن عبدالجبار قال: حدثنا

عن عکرمۃ" کی سند سے مرسلاً بیان کیا ہے۔

بیہقی نے فرمایا: یہ منقطع روایت ہے محمد بن مسلم نے عمرو سے موصولاً بھی اسے روایت کیا جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ہے لیکن یہ روایت محفوظ نہیں۔

اڑتالیسواں قصہ: سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کا غزوۂ احد میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجہ چبانے کا قصہ

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھ شریک خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہداء ساتھیوں کا مثلہ کرنے لگیں، وہ ان کے کان اور ناک کاٹ رہی تھیں یہاں تک کہ ہند رضی اللہ عنہا جو اپنے ہار، پازیب اور بالیاں وغیرہ وحشی کو دے چکی تھیں ان شہداء کے کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کے ہار اور پازیب بنائے ہوئی تھیں اور انہوں نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چیرا اور اسے چبانے لگیں لیکن اسے بآسانی حلق میں اتار نہ سکیں تو تھوک دیا۔ پھر ایک اونچی چٹان پر چڑھ گئیں اور بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا:

ہم نے تمہیں یومِ بدر کا بدلہ دے دیا، جنگ کے بعد جنگ جنون والی ہوتی ہے۔

عتبہ کے معاملے میں مجھ میں صبر کی سکت نہ تھی، اور نہ ہی اپنے بھائی اور اس کے چچا ابو بکر پر

میں نے اپنی جان کو شفا دی اور انتقام کو پورا کیا، وحشی تو نے میرے غصہ کی آگ بجھا دی

پس وحشی کا مجھ پر عمر بھر احسان رہے گا، یہاں تک کہ قبر میں میری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں

تخریج: ابن اسحاق نے اسے السیرۃ (ج ۳ ص ۳۶) میں روایت کیا۔

اس کی سند ضعیف ہے مرسل ہے (انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے)

یہ قصہ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ (ج ۴ ص ۳۷) میں نقل کیا پھر فرمایا: موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ وحشی نکال کر ہند رضی اللہ عنہا کے پاس لائے تھے انہوں نے اس کو چبایا پر نگل نہ سکیں۔

انچاسواں قصہ: حماد بن سلمہ کا قصہ اہلِ بدعت کے ساتھ

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا:

حماد بن سلمہ پہلے اس قسم کی روایات نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار آپ عبادان کی طرف نکلے پس جب واپس آئے تو انہیں روایت کرنے لگے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ شیطان نے دریا سے نکل کر ان پر یہ روایات القا کر دی ہیں۔

[یہ باطل روایت ہے۔]

تخریج: ابن عدی نے الکامل (ج ۲ ص ۶۷۶) میں ''ابن حماد: ثنا أبو عبداللہ محمد بن شجاع بن الثلجي'' کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ساقط ہے اس میں محمد بن شجاع الثلجی البغدادی راوی ہے اور یہ کذاب ہے۔

ابن عدی نے فرمایا: ابوعبداللہ ابن الثلجی کذاب ہے۔ احادیث گھڑتا تھا اور ان کفریہ روایات کو اہلِ حدیث کی کتابوں میں ٹھونسنے کی کوشش کرتا اور یہ روایت بھی اس کی گھڑی ہوئی روایات میں سے ہے۔ زکریا الساجی نے فرمایا: محمد بن شجاع کذاب ہے۔ حدیث کے ابطال و رائے کی نصرت کے لئے اس نے یہ حیلہ کیا۔ (محدثین سے متعلق جھوٹی باتیں اور ان سے جھوٹی روایات گھڑ دیں)

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۵۷۸)

ذہبی نے فرمایا: یہ ابن الثلجی حماد اور ان جیسے دیگر محدثین کے متعلق سچا نہیں ہے۔ اس نے بہتان لگایا ہے، ہم اللہ سے سلامتی کے طلبگار ہیں۔

الشیخ المعلمی نے التنکیل (ج ۱ ص ۲۵۲) میں اس (موضوع) حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اور حماد بن سلمہ... سلف صالحین میں سے ایک بڑے بزرگ تھے، ان کے متعلق امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل نے فرمایا: جب آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ حماد بن سلمہ پر طعن کر رہا ہے تو آپ اس کے اسلام میں شک کریں اس لئے کہ حماد اہل بدعت پر بڑے ہی سخت تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۴۵۰)

[تنبیہ: یہ قول امام احمد سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔]

جب حماد بن سلمہ اس مقام پر تھے تو اہل بدعت نے ان کے خلاف ایسی باتیں گھڑیں تاکہ لوگوں کو ان سے دور کر دیں ایک خاص وجہ سے وہ یہ کہ وہ خاص طور پر صفاتِ الٰہی سے متعلق احادیث (یاد رکھتے اور) روایت کرتے تھے۔

حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (ج ۶ص ۲۱۷) میں فرمایا کہ ان کے عرصۂ حیات میں کوئی ان کی مذمت نہ کرتا سوائے قدری اور جہمی بدعتیوں کے، کیونکہ وہ ان صحیح احادیث کو بیان فرماتے تھے جن کا معتزلہ (اپنی بدعات کے خلاف ہونے کی وجہ سے) انکار کرتے تھے۔

پچاسواں قصہ: غزوۂ بدر میں سواد بن غزیہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ

ابن اسحاق نے کہا: ہم سے حبان بن واسع نے اپنی قوم کے مشائخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن صفوں کو درست فرمایا، آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس کے ذریعے سے آپ قوم (کی صفوں) کو برابر فرما رہے تھے، آپ بنی عدی بن النجار کے حلیف سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر سے ان کے پیٹ میں چوکا مارا اور فرمایا: اے سواد! سیدھے کھڑے ہو جائیے۔

انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، مجھے قصاص دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بطن مبارک ظاہر فرما دیا اور فرمایا: قصاص لے لو۔ غزیہ آپ سے لپٹ گئے اور آپ کے بطن مبارک پر بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کس چیز نے تجھ سے ایسا کروایا اے سواد؟ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو کچھ (جنگی صورت حال) پیش آئی ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور میں شہید ہونے سے محفوظ نہیں تو میں نے یہ پسند کیا کہ میری جلد آپ کی مبارک جلد کو چھو لے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ [یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: ابن الاثیر نے اسد الغابہ (ج۲ص۴۷۴) میں ''یونس بن بکیر عن ابن اسحاق'' کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند میں کچھ مجہول راوی ہیں اور وہ حبان کی قوم کے کچھ بوڑھے ہیں۔ ''اشیاخ من قومہ''

اس سند سے ابن اسحاق نے السیرۃ (ج۱ص ۶۲۶۔ سیرۃ ابن ہشام) میں بیان کیا اور حافظ ابن حجر نے الاصابۃ (ج۴ص۲۹۳) میں اس کا ایک مرسل شاہد جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ۔۔پھر یہی روایت بیان کی۔ ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج۳ص ۵۱۶) میں ''اسماعیل بن ابراہیم عن ایوب عن الحسن'' کی سند سے اسے مرسلاً بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے کہا: اسی طرح اسماعیل نے کہا۔

شیخ فوزی کہتے ہیں: مرسل روایت ضعیف کی اقسام میں سے ہے۔

اکیانواں قصہ: شیر کا ابن ابی لہب کو قتل کر دینے کا قصہ

ابو نوفل بن ابی عقرب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا لہب رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کیا کرتا اور آپ کو بد دعا دیا کرتا تھا۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہوئے اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس پر اپنا کتا مسلط کر دے۔

ابولہب شام کی طرف کپڑے کی تجارت کرتا تھا اور ان کپڑوں کے ساتھ اپنے بیٹے خدام اور معاونین کو بھیج دیتا اور کہتا: میں اپنے اس بیٹے پر محمد ﷺ کی بد دعا سے خائف ہوں پس وہ اس کے ساتھ عہد و پیمان کرتے (کہ اس کی خاص حفاظت کریں گے)

وہ جب کسی منزل پر ٹھہرتے تو اس لڑکے کو دیوار کے ساتھ چمٹا لیتے اور اسے کپڑے اور سامان سے چھپا لیتے، وہ ایک عرصہ تک یہی کرتے رہے (ایک بار) ایک درندہ آیا اسے کھینچ کر نکالا اور اسے قتل کر ڈالا۔ جب ابولہب تک یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا:

کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اس پر محمد (ﷺ) کی بد دعا سے خائف ہوں؟

[یہ ضعیف و مضطرب روایت ہے۔]

تخریج: دلائل النبوۃ للبیہقی (۴۳۸/۲) دلائل النبوۃ لاسماعیل الاصبہانی (ص۲۲۰) دلائل النبوۃ لابی نعیم (ص۴۵۴) المستدرک للحاکم (۵۳۹/۲)

جرح: اس روایت کی سند میں عباس بن الفضل ازرق راوی ہے جو متہم بالکذب ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۳۸۵/۲)

اس کی دوسری سند محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ غرض یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

باونواں قصہ: مشرکین میں سے ایک شخص کے غارِ (ثور) تک پہنچ جانے کا قصہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: مشرکین میں سے ایک شخص غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے پیشاب کرنے لگا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ شخص ہمیں دیکھ نہیں رہا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو یہ کبھی اپنی شرمگاہ ہمارے سامنے نہ کرتا۔ [یہ جھوٹا قصہ ہے۔]

تخریج: مسند ابی یعلی (۴۷/۱)

جرح: اس روایت کی سند مردود ہے اور اس میں دو بڑی علتیں ہیں:

① موسیٰ بن مطیر متروک الحدیث راوی ہے، اس پر کئی محدثین کی جرح منقول ہے۔

② موسیٰ کا والد مطیر بن ابی خالد ہے جو کہ متروک الحدیث، ضعیف الحدیث ہے۔ لہٰذا یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

حوالے: میزان الاعتدال (۱۲۹/۴، ۲۳۳) الجرح والتعدیل (۳۹۴/۸) مجمع الزوائد (۵۴/۶) علامات النبوۃ للبوصیری (۱۷۱)

ترپنواں قصہ: ایک لمبی داڑھی والے شخص کا قصہ

عثمان بن الاسود سے مروی ہے کہ اس نے مجاہد (تابعی) کو یہ کہتے ہوئے سنا: نبی

کریم ﷺ نے ایک لمبی داڑھی والے شخص کو دیکھا تو فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کیوں اپنی شکل بگاڑتا ہے؟ اور کہا آپ ﷺ نے ایک پراگندہ سر شخص کو دیکھا تو فرمایا: اس سے باز آجاؤ یا اپنے بال سنوار کر رکھو یا سر منڈا لو۔

تخریج: المراسیل لابی داود (۴۴۸) اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، اس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ نبی ﷺ نے اس کے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اپنی داڑھی اور سر کے بالوں میں سے کچھ کاٹ لو۔

(شعب الایمان ۲۲۱/۵)

جرح: مراسیل والی روایت مروان بن معاویہ الفزاری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کا شاہد عبدالملک بن الحسین النخعی کے شدید ضعف کی بنا پر منکر وضعیف ہے۔

حوالے: تہذیب التہذیب (۲۴۰/۱۲)

چونواں قصہ: ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کا قصہ

ہشام بن الکلبی سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے وہ کچھ یاد کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا اور میں وہ کچھ بھول گیا جو کوئی بھی نہ بھولا، میرے ایک چچا تھے جو حفظِ قرآن پر مجھ پر سختی کیا کرتے تھے، تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھائی کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک قرآن مجید حفظ نہ کرلوں۔ تو میں نے تین دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ایک دن میں نے آئینہ دیکھا تو میں نے اپنی داڑھی پکڑلی تاکہ مٹھی بھر سے زیادہ داڑھی کاٹ لوں، تو میں نے ایک مٹھی سے اوپر تک کاٹ ڈالی۔ [یہ باطل قصہ ہے۔]

شیخ فوزی فرماتے ہیں:

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے فرمایا: کلبی سے متعلق جوزجانی ودیگر محدثین نے فرمایا: یہ کذاب ہے، ابن حبان نے فرمایا: دین میں اس کا مذہب ومنہج اور اس میں جھوٹ کا واضح ہونا ہی کافی ہے کہ اس کی حیثیت میں غور کرنے کی کوئی احتیاج ہو۔ ابن عساکر نے فرمایا: رافضی ہے ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری ودارقطنی نے فرمایا: متروک راوی ہے۔

تخریج: تاریخ بغداد (۴۶،۴۵/۱۴)

جرح: ہشام سخت مجروح بلکہ متہم بالکذب راوی ہے لہٰذا یہ قصہ باطل ہے۔

حوالے: سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۰۲) میزان الاعتدال (۴/۳۰۴) لسان المیزان (۶/۱۹۶ جدید نسخہ ۷/۲۶۹، ۲۷۰) المجروحین لابن حبان (۳/۹۱)

پچپنواں قصہ: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے انفاق کا قصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، آپ نے ان کے ہاں کھجوروں کا ایک ڈھیر پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بلال یہ کیا ہے''؟ عرض کی: کھجوریں ہیں میں انہیں ذخیرہ کر رہا ہوں! آپ نے فرمایا: تجھ پر حیرت ہے اے بلال! کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ جہنم میں اس ڈھیر کے لئے بھاپ ہو؟ اے بلال! اسے (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالو اور عرش والے سے قلت کا خوف نہ رکھو۔ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: دلائل النبوۃ للبیہقی (۱/۳۴۷) الضعفاء الکبیر للعقیلی (۱/۱۵۱) حلیۃ الاولیاء (۲/۲۸۰) معرفۃ الصحابہ (۳/۸۵) المعجم الکبیر للطبرانی (۱/۳۴۱) المعجم الاوسط (۳/۸۶) مسند بزار (۴/۲۵۱)

جرح: اس روایت کی سند میں بکار بن محمد بن عبداللہ السرینی ضعیف اور صاحب مناکیر راوی تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱/۳۴۱) المغنی فی الضعفاء (۱/۱۱۱) لسان المیزان (۲/۴۴) الضعفاء لابن جوزی (۱/۱۴۷)

اس روایت کی دوسری سند مبارک بن فضالہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (التقریب: ۶۴۶۴)

معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف ہے۔

چھپنواں قصہ: سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا ایک خادم کے ساتھ قصہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: عرب لوگ سفر میں ایک دوسرے کی

خدمت کیا کرتے تھے، ایک بار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک شخص تھا جو ان کی خدمت کیا کرتا تھا، یہ دونوں سو گئے جب جاگے تو خادم نے ان کے لئے کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ تو ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ خادم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سو رہا ہے اور اسے جگا دیا۔ پھر انھوں نے اس خادم سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور ان سے عرض کرو کہ ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور وہ (کھانے کے لئے) سالن مانگ رہے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو (بھی) سلام کہہ دو اور کہو کہ وہ دونوں تو سالن کے ساتھ کھانا کھا چکے ہیں۔ (جب خادم نے آ کر یہ فرمان سنایا) تو وہ دونوں ہی پریشان ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے سالن مانگنے کے لئے بندہ بھیجا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ دونوں سالن کھا چکے ہیں، کس چیز سے ہم نے بطور سالن کھانا کھایا؟

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے گوشت سے (جب تم نے اس کی نیند پر تبصرہ کیا، گویا اس کی غیبت کر دی) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں اس کا گوشت تم دونوں کی کچلیوں (نوک دار دانتوں) کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ تو دونوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی تمہارے لئے مغفرت طلب کرے۔ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: المختارہ للمقدسی (۵/۷۱) مساوی الاخلاق للخرائطی (ح ۱۸۶)

[تنبیہ: اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے لہٰذا شیخ فوزی کا اسے ضعیف وغیر ثابت قرار دینا درست نہیں ہے، اس روایت سے مراد غیبت کی مذمت ہے۔ حافظ زبیر علی زئی]

ستاونواں قصہ: ابولہب کی بیوی کا قصہ

سیدنا عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿ تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴾ (لہب:۱)

تو ابولہب کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی اس وقت آپ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، ابو بکر نے جب اسے دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول!،

یقیناً یہ ایک بدگو عورت ہے، میں اس بات سے خائف ہوں کہ یہ آپ کو (اپنی زبان سے) ایذا پہنچائے، اگر آپ یہاں سے تشریف لے جائیں (تو مناسب ہوگا) !

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے ہرگز نہ دیکھ پائے گی۔ وہ آگئی اور اس نے کہا: اے ابوبکر! آپ کے صاحب (ﷺ) نے میری ہجو کی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ شاعر نہیں ہیں (اور یہ کام تو شاعر کرتے ہیں) تو اس عورت نے کہا: آپ میرے نزدیک سچے ہیں اور لوٹ گئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا اس نے آپ کو نہ دیکھا! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک فرشتہ مسلسل اپنے پروں سے مجھے اس سے چھپائے ہوئے تھا۔ [یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: مسند ابی یعلی (۱/۳۴، ۴/۲۴۶) ابن حبان (۸/۱۵۲) دلائل النبوۃ لابی نعیم (ص ۱۹۳) مسند بزار (۳/۸۳)

جرح: اس روایت کی سند میں عطا بن السائب مختلط راوی ہیں۔ (الکواکب النیرات لابن الکیال ص ۳۱۹) نیز اس روایت کا ایک شاہد ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ تدرس راوی مجہول ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

اٹھاونواں قصہ: سیدنا عمرو بن الجموح کا قصہ اپنے صنم "مناۃ" کے ساتھ

محمد بن اسحق سے مروی ہے کہ جب انصار رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کے بعد مدینہ لوٹے تو وہاں اسلام غالب ہوا۔ ان کی قوم میں کچھ لوگ تھے جو اپنے مشرکانہ دین پر باقی تھے۔ انھی میں ایک سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بیٹے معاذ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ عمرو بن الجموح بنی سلمہ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور ان کے معزز لوگوں میں سے ایک معزز شخص تھے، انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا تراشیدہ ایک بت رکھا ہوا تھا جسے "مناۃ" کہا جاتا تھا جیسا کہ اس دور کے شرفا کرتے تھے، وہ اسے اپنا "الٰہ" بنائے ہوئے تھے۔ اسے صاف ستھرا رکھتے، جب بنی سلمہ

کے جوانوں نے اسلام قبول کیا جیسے معاذ بن جبل، اور عمرو کے بیٹے معاذ بن عمرو بھی ان جوانوں میں سے تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ نبی ﷺ تو یہ لوگ عمرو کے بت کے پاس آتے، اسے اٹھاتے اور بنی سلمہ کے بعض گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں اسے پھینک دیتے جس میں لوگوں کا پاخانہ گندگی وغیرہ ہوتی۔ اس میں یہ بت اوندھے منہ پڑا رہتا۔

جب عمرو صبح اٹھتے (اپنے بت کو غائب پا کر) کہتے: تمھارا ناس ہو! آج رات کس نے ہمارے "الٰہ" کے ساتھ دشمنی کی؟ پھر اسے تلاش کرتے رہتے جب وہ مل جاتا تو اسے نہلاتے، صاف ستھرا کرتے، خوشبو لگاتے پھر کہتے: اللہ کی قسم اگر میں جان لوں کہ کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو میں ضرور اسے ذلیل وخوار کر دوں۔

جب عمرو شام کرتے اور (رات کو) سو جاتے تو یہ جوان دوبارہ اس کے بت کے خلاف اس طرح کی کارروائی کرتے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو عمرو نے ایک دن اس بت کو وہاں سے اٹھایا جہاں جوانوں نے پھینک دیا تھا۔ پھر اسے نہلا دھلا کر صاف ستھرا کر کے خوشبو لگا کر رکھا اور ایک تلوار لے آئے اور تلوار اس کی گردن پر لٹکا دی اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ کون تمہارے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ پس اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہے تو اس تلوار سے جو تیرے پاس ہے اسے باز رکھنا۔

جب شام ہوئی عمرو سو گئے تو جوانوں نے پھر سے اس بت کے خلاف کارروائی کی۔ اسے اٹھایا اور تلوار اس کی گردن میں لٹکی ہوئی تھی۔ پھر ایک مردار کتے کو لیا اور رسی کے ساتھ اس کو اس کتے کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر بنی سلمہ کے کسی کنویں میں اسے ڈال دیا جس میں لوگوں کی گندگی ہوتی۔ عمرو نے جب صبح کی تو بت کو وہاں نہ پایا جہاں وہ تھا، وہ بت کی تلاش میں نکل پڑے یہاں تک کہ انہوں نے اس بت کو اس کنویں میں ایک مردار کتے کے ساتھ ملا ہوا پایا۔ جب انہوں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اپنی قوم میں سے جس نے اسلام قبول کیا تھا اس سے بات کی، اسلام قبول کر لیا اور بہت خوب اسلام قبول کیا۔ [یہ منکر روایت ہے۔]

تخریج: دلائل النبوۃ لابی نعیم (ص ۳۱۰)

جرح: یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عرضِ مترجم:

محمد بن اسحٰق ثقہ راوی ہیں لیکن انہوں نے یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور نہیں دیکھا جب انہوں نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی تو انقطاع کی وجہ سے یہ روایت ضعیف وغیر ثابت ہے۔ افسوس کہ بعض لوگ مزے لے لے کر یہ قصہ بیان کرتے رہتے ہیں۔

انسٹھواں قصہ: سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی کے خون پینے کا قصہ

عامر بن عبداللہ بن الزبیر سے مروی ہے کہ ان کے والد عبداللہ بن زبیر نے ان سے بیان کیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ سینگی لگوار ہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبداللہ! یہ خون لے جا کر ایسی جگہ ڈال دو جہاں تمھیں کوئی دیکھ نہ سکے، (عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے نکلا تو میں نے وہ خون پینے کا ارادہ کرلیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے پی لیا۔ پس جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی: میں نے اسے ایسی جگہ ڈال دیا میں سمجھتا ہوں جہاں وہ لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! تو فرمایا: تجھے کس نے حکم دیا تھا کہ تو خون پی لیتا، تیرے لئے لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کے لئے تجھ سے۔ [یہ ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: حلیۃ الاولیاء (۱/۳۳۰) مسند بزار (۶/۱۶۹) حاکم (۳/۵۵۴)

جرح: ہنید بن قاسم بن عبدالرحمٰن راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے، دیکھئے الجرح والتعدیل (۹/۱۲۱) التاریخ الکبیر للبخاری (۸/۲۴۹) ان صفحات میں مذکورہ راوی پر نہ تو جرح ہے نہ تعدیل ہی ہے لہٰذا یہ مجہول الحال راوی ہے۔ نیز اس روایت کی دوسری سند بھی دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے: ابو عاصم سعد بن زیاد ضعیف ہے اور کیسان مولیٰ ابن الزبیر

غیر معروف راوی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

ساٹھواں قصہ: نجاشی کے تحفہ کا قصہ

ام المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح کیا تو فرمایا: میں نے نجاشی کی طرف ایک حلہ اور چند اونس مشک بھیجے ہیں میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہے، سو عنقریب یہ تحفے واپس لوٹا دیے جائیں گے۔ پس اگر ایسا ہی ہوا تو یہ تحفہ آپ کے لئے ہوگا۔

اُم المومنین نے فرمایا: پس جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا نجاشی (تحفہ وصول کرنے سے پہلے ہی) فوت ہو گئے اور تحفہ لوٹا دیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک زوجہ مطہرہ کو ایک ایک اونس مشک دیا اور وہ حلہ اور بقیہ سارے کا سارا مشک مجھے عنایت فرما دیا۔ [ضعیف روایت ہے۔]

تخریج: ابن حبان (الاحسان ج ۷ ص ۲۸۶)

جرح: اس کی سند ساقط ہے اس میں دو علتیں ہیں:

① مسلم بن خالد الزنجی ہے یہ بد حافظہ وضعیف تھا۔ ② اُم موسیٰ بن عقبہ غیر معروف ہے۔

اکسٹھواں (۶۱) قصہ: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک قصہ

سبکی نے شفاء السقام (کتاب) میں کہا:

انبأنا عبدالمؤمن بن خلف و علي بن محمد بن هارون وغيرهما قالوا: أنا القاضي أبو نصر بن هبة الله بن محمد بن سميل الشيرازي إذنًا: أنا الحافظ أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عساكر الدمشقي قرأة عليه و أنا أسمع قال: أخبرنا أبو القاسم زاهر بن طاهر قال: أنا أبو سعيد محمد بن عبدالرحمٰن قال: أنا أبو أحمد محمد بن محمد: أنا أبو الحسن محمد بن الفيض الغساني بدمشق،

قال: حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن سليمان بن بلال بن أبى الدرداء: حدثني أبي محمد بن سليمان عن أبيه سليمان بن بلال عن أم الدرداء عن أبى الدرداء....

''سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے بعد جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے تو ''جالبیہ'' مقام پر ٹھہرے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے شام میں رہنے کی درخواست کی، آپ نے انہیں اجازت دے دی... پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان سے فرما رہے تھے: اے بلال! یہ کیسی بے رُخی ہے؟ کیا تمہارے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرتے؟ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ غمگین و مضطرب حالت میں بیدار ہوئے اپنی سواری پر سوار ہوئے، رختِ سفر باندھا اور مدینہ منورہ کا ارادہ فرمایا (وہاں پہنچ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تشریف لائے اور وہاں رونے لگے، اپنا چہرہ اُس پر ملنے لگے۔ (کچھ دیر بعد) وہاں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو بلال رضی اللہ عنہ اُن سے بغلگیر ہو کر انہیں چومنے لگے۔ حَسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اُن سے کہا: ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ سے وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مسجد میں کہا کرتے تھے۔''

تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر اُس جگہ آ کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوا کرتے تھے، جب آپ نے '' الله أكبر ، الله أكبر '' کہا تو مدینہ لرز اٹھا، جب''أشهد أن لا إلـه إلا الله'' کہا تو لرزاہٹ اور زیادہ ہوئی۔ پھر جب '' أشهد أن محمدًا رسول الله'' کہا تو خواتین اپنی پردہ گاہوں سے باہر نکل آئیں۔ لوگوں نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوبارہ) مبعوث کیے گئے ہیں؟ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُس دن سے زیادہ رونے والوں اور رونے والیوں کو نہیں دیکھا گیا۔

تخریج: شفاء السقام (ص ۵۲) اور تحفۃ الزوار (ص ۶۷)

جرح: حافظ ابن عبدالهادی رحمہ اللہ نے یہ قصہ، سبکی کا اس کو جید قرار دینا اور اس قصے سے حجت پکڑنا ذکر کرنے کے بعد سبکی کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ قصہ اُن سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ اُن سے صحیح ثابت بھی ہوتا تو اس میں محل نزاع (یعنی زیارتِ قبرِ نبوی کے لئے سفر) کی کوئی دلیل نہیں معترض (یعنی سبکی) کا یہ کہنا کہ اس کی سند جید ہے اور یہ اس باب میں نص ہے، درست نہیں۔ یہ اثر امام حاکم ابو احمد... النیشاپوری نے اپنی کتاب ''فوائد'' کی پانچویں جلد میں ذکر کیا اور انہیں کی سند سے ابن عساکر نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان کیا ہے۔ یہ اثر غریب ومنکر ہے اس کی سند مجہول ہے اور اس میں انقطاع ہے۔ محمد بن الفیض الغسانی اس قصہ کو ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال عن أبیہ عن جدہ کی سند سے بیان کرنے میں منفرد ہے۔ پھر یہ ابراہیم بن محمد ثقاہت، امانت اور ضبط عدالت کے ساتھ معروف نہیں بلکہ یہ مجہول ہے، نقل میں معروف نہیں اور نہ روایت کرنے میں مشہور ہے۔ اس سے محمد بن الفیض الغسانی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔ صرف اسی نے اس سے یہ منکر روایت بیان کی ہے۔ (الصارم المنکی ص ۳۱۴)

1. حافظ ذہبی نے یہ قصہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اس کی سند کمزور ہے اور یہ روایت منکر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱/۳۵۷-۳۵۸)
2. حافظ ابن حجر نے اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ''یہ قصہ واضح طور پر من گھڑت ہے۔'' (لسان المیزان ۱/۱۰۷-۱۰۸)
3. شوکانی یمنی نے فرمایا: ''اس کی کوئی اصل نہیں۔'' (الفوائد المجموعہ ص ۴۰)
4. ملا علی قاری (حنفی) نے اس کے موضوع ہونے کا حکم نقل کیا۔ (المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص ۳۹۵)
5. علامہ المعلمی نے الفوائد المجموعہ پر اپنی تعلیقات میں حافظ ابن حجر کا مذکورہ قول نقل کیا ہے۔ (ص ۴۰ حاشیہ نمبر ا)

عرضِ مترجم: بہت سے لوگ یہ من گھڑت قصہ بیان کر کے محفل پر رنگ جمانے کی کوشش

کرتے ہیں اور اس سے عجیب عجیب باتیں ثابت کرتے ہیں، مثلاً رسول نبی مکرم ﷺ اپنی وفات کے بعد امت کے احوال سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ ﷺ سے اپنی امت کا حال پوشیدہ نہیں اور محبت کرنے والوں کو آپ ﷺ مدینہ منورہ بھی بلاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ لیکن اس قصہ کی اصل حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ یہ مستند ذرائع سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا، جب یہ ثابت ہی نہیں تو اس سے استدلال کیسا؟

باسٹھواں (٦٢) قصہ: سعید بن المسیب پر گھڑا ہوا قصہ

سلمہ نے کہا:

أخبرنا أبو العباس أحمد بن سعيد المعداني بمرو: ثنا محمد بن سعيد المروزي: حدثنا الترقفي: ثنا عبدالله بن عمرو الوراق: ثنا الحسن بن علي بن منصور: ثنا غياث البصري عن إبراهيم بن محمد الشافعي أن سعيد بن المسيب ......

"سعید بن المسیب مکہ کی بعض گلیوں سے گزرے تو الاخضر کو گاتے ہوئے سنا، وہ عاص بن وائل کے گھر اس طرح گا رہا تھا کہ: وادیٔ نعمان میں زینب کے چلنے سے خوشبو پھیل گئی، دوسری خوشبودار عورتوں میں جب زینب نے نمیری قافلہ دیکھا تو اس کی ملاقات کے خوف سے اعراض کر لیا اور عورتیں چھپ گئیں۔ تو آپ نے کچھ دیر تک اپنا پیر زمین پر مارا (وجد طاری ہوا) اور کہا: اس کا سننا لطف دیتا ہے، لوگ سمجھتے تھے کہ یہ اشعار سعید بن المسیب کے ہیں۔"

(الاربعین السلمیہ فی التصوف: نقلاً عن حاشیۃ کتاب: تخریج الاربعین السلمیہ للسخاوی ص ١٧٤)

جرح: یہ قصہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن الجوزی نے کہا: اس کی سند مقطوع و مظلم ہے، ابن المسیب سے باسند صحیح ثابت نہیں اور نہ یہ ان کے اشعار ہیں۔ ایسی باتوں سے اُن کی شان بلند تھی۔ یہ اشعار محمد بن عبداللہ النمیری شاعر سے مشہور

ہیں۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۱۸)

سخاوی نے کہا: مجھے مؤلف پر تعجب ہے، کس طرح اُس نے اس منقطع قصہ پر انحصار کیا۔ (تخریج الاربعین السلمیہ ص ۱۴۸)

اس طرح آپ پر واضح ہوا کہ یہ جلیل القدر تابعی سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اس جھوٹ سے بری تھے اور یہ کہ آپ کا وقار، متانت اس قسم کے اشعار سے، بہت بلند ہے۔

عرض مترجم:

اس سے تصوف اور صوفیا کا اپنے "وجد" و "حال" اور مست یا بدمست ہو جانے کا ثبوت پیش کرنا یقیناً ایک لغو عمل ہوگا۔ چونکہ یہ قصہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہی نہیں کہ وہ محض ایک عشقیہ غزل پر تھر کنے لگے۔ اُن کے مقام و مرتبہ سے واقف لوگ تو اُن سے متعلق اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

تریسٹھواں قصہ: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ پر ایک افترا والا قصہ

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے کہا: دمشق میں حنابلہ کے کبار فقہا میں سے ایک "تقی الدین ابن تیمیہ" تھے۔ آپ فنون میں کلام کیا کرتے تھے مگر یہ کہ ان کی عقل میں کچھ تھا۔ اہل دمشق ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ ابن تیمیہ منبر پر اُن سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (یہاں تک کہ ابن بطوطہ نے کہا:) میں جمعہ کے دن اُن کے ہاں حاضر ہوا۔ وہ جامع کے منبر پر لوگوں سے وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ من جملہ دیگر باتوں کے انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان سے میرے اس نزول (اترنے) کی طرح نزول فرماتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ منبر کی سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی نیچے اترے۔ ایک مالکی فقیہ جو ابن الزہراء کے نام سے معروف تھے، انہوں نے ابن تیمیہ سے اختلاف کیا اور اس بات پر انکار کیا۔ عوام اس فقیہ کے ساتھ ہو گئے اور ابن تیمیہ کی ہاتھوں اور جوتوں سے سخت پٹائی کی، یہاں تک کہ ان کا عمامہ گر گیا۔ (رحلۃ ابن بطوطہ ص ۱۱۲، ۱۱۳)

جرح: اس افترا کا تین طریقوں سے جواب:

اول: اس قسم کے قصے پختہ عزم والوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ انہیں نقل کریں تو ابن بطوطہ کے علاوہ کسی اور نے اسے کیوں نہ نقل کیا؟ حالانکہ اس موقع پر ایک جماعت موجود تھی' یعنی لوگوں کا ایک جم غفیر تھا ابن تیمیہ کے شاگرد اس کے نقل کرنے سے کہاں رہ گئے بلکہ آپ کے دشمن کہاں رہ گئے؟

دوم: ''نزول'' کے اس مسئلہ پر شیخ الاسلام کا اپنا بیان بڑا ہی واضح ہے، نیز آپ کا اس بات پر انکار بھی جو اس قصہ میں اُن کی طرف منسوب کیا گیا۔ [ابن تیمیہ فرماتے ہیں:]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کی طرح قرار دینا۔ جیسے یہ کہنا: اللہ کا استواء مخلوق کے استواء کی طرح ہے یا اُس کا نزول مخلوق کے نزول کی طرح ہے، اسی طرح دیگر صفات میں تو یہ شخص بدعتی و گمراہ ہے اس لئے کہ عقل کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت بھی اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کو کسی بھی معاملہ میں مخلوقات کی مثل نہیں قرار دیا جاسکتا۔
(مجموع الفتاویٰ ۲۶۲/۵)

سوم: اس قصہ پر شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ احمد اللہ نے کلام فرمایا...... کہ..... ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفر نامہ میں کہا: ''بعلبک شہر میں میرا دخول دن کو سہ پہر کے وقت تھا اور میرا دمشق کی جانب بہت زیادہ اشتیاق تھا جس کی بنا پر میں بعلبک سے صبح ہی نکل پڑا، رمضان المبارک کی ۹ تاریخ ۷۲۶ ھ بروز جمعرات شہر دمشق پہنچا اور وہاں مدرسۃ المالکیہ میں ٹھہرا جو ''الشرابیشیہ'' کے نام سے مشہور تھا......'' اس کے بعد ابن بطوطہ نے مذکورہ بالا قصہ نقل کیا۔

میں کہتا ہوں: اللہ ہی سے فریاد ہے اس جھوٹے کے مقابلے میں کہ یہ نہ اللہ سے ڈرا اور نہ اس نے اللہ سے حیا ہی کی، حدیث ((إذا لم تستح فاصنع ماشئت)) جب تم میں حیا نہیں تو جو چاہے کرتے پھرو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۲۰)

اس قصہ کا جھوٹ ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس کے لئے کسی طول بیانی کی ضرورت نہیں، اس بہتان طراز جھوٹے سے اللہ ہی حساب لینے والا ہے، اس کے بیان کے مطابق یہ ۹ رمضان ۷۲۶ ھ کو دمشق میں داخل ہوا۔

جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس وقت دمشق کے قلعہ میں قید کر دیے گئے تھے جیسا

کہ معتبر اہل علم نے بیان کیا ہے۔ مثلاً آپ کے شاگرد حافظ محمد بن احمد بن عبدالہادی اور حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب نے ''طبقات الحنابلہ'' (۲/۴۰۵) میں شیخ الاسلام کے احوال میں بیان کیا ہے: ''شیخ شعبان ۷۲۶ھ سے ذوالقعدہ ۷۲۸ھ تک قلعہ میں رہے اور ابن عبدالہادی نے یہ بات زائد بیان کی کہ آپ ۶ شعبان کو قلعہ میں داخل ہوئے۔ اب اس بہتان طراز کی طرف دیکھیں اس کے بقول یہ رمضان ۷۲۶ھ کو ان کے ہاں حاضر ہوا جب کہ ابن تیمیہ جامع کے منبر پر لوگوں سے وعظ فرما رہے تھے۔

اے کاش! میں جان سکتا (کہ یہ کیسے ہوا؟) کیا جامع دمشق کا منبر قلعہ دمشق کے اندر منتقل ہو گیا تھا؟ حالانکہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ کو قلعہ میں داخل ہوئے، اس سے باہر نہ نکلے مگر جنازہ کی چارپائی پر (یعنی وہیں فوت ہوئے اور وہاں سے آپ کی میت نکالی گئی۔)

اسی طرح حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں بیان فرمایا: ۶ شعبان ۷۲۶ھ کو ابن تیمیہ دمشق کے قلعہ میں نظر بند کر دیئے گئے۔ نائب سلطنت کی طرف سے ابن تیمیہ کے ہاں اوقاف کا نمائندہ اور ایک دربان ابن الخطیر حاضر ہوئے، وہ دونوں اُن کے لئے اپنے ساتھ ایک سواری بھی لائے تھے اور اُن کے سامنے شاہی فرمان پیش کیا آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا: میں اس کا منتظر تھا، اسی میں بہت بہتری ہے تو وہ تینوں ہی ان کے گھر سے قلعہ کے پھاٹک کی طرف سوار ہو کر نکلے۔ آپ کے لئے قلعہ کا ایک بڑا کمرہ خالی کر دیا گیا۔ وہاں پانی مہیا کر دیا گیا اور انہیں اس میں اقامت کا حکم دیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی زین الدین تھے جو سلطان کی اجازت سے آپ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ انتھیٰ

جب آپ دیکھیں ان کے شاگردوں وغیرہم کی بات کو جو آپ کے حالات سے بخوبی واقف تھے اور متقی، امین اور دیانتدار تھے، تو آپ پر اس مغربی (ابن بطوطہ) کی غلط بیانی واضح ہو جائے گی۔ اللہ اس کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے کہ جس کا وہ مستحق ہے۔

واللہ اعلم

[اس سے معلوم ہوا کہ ابن بطوطہ سیاح کذاب تھا۔ مشہور مورخ ابن خلدون (متوفی

۸۰۸ھ) نے ابن بطوطہ سیاح (متوفی ۷۷۸ھ) کے قصوں کا ذکر کر کے لکھا ہے: "فتناجی الناس بتکذیبہ" پس لوگوں نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۲، تاریخ ابن خلدون ص ۹۴) پھر انہوں نے وزیر فارس کو بتایا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ابن بطوطہ جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے وزیر فارس سے ابن بطوطہ کا کچھ دفاع نقل کیا لیکن راجح یہی ہے کہ ابن بطوطہ ساقط العدالت کذاب تھا۔]

اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر ایسے کئی بہتان لگائے گئے اور غلط بیانیاں کی گئیں جن سے وہ بری تھے اور معاملہ وہ ہے جو کہ آپ کے ایک شاگرد نے شعر میں کہا:

فالبھت عندکم رخیص سعرہ حثوا بلا کیل ولا میزان

بہتان کی قیمت تمہارے ہاں بڑی سستی ہے تو تم بغیر ناپ تول کے یہ جمع کرتے رہو

(قصیدہ نونیہ مع شرح جا ۲/۱۸۲)

عرض مترجم:

ممکن ہے کہ کسی کو یہ محسوس ہوا ہو کہ اس مقام پر فاضل مؤلف نے شدت وسخت کلامی سے کام لیا ہے تو عرض ہے کہ یہ معاملہ ہی کچھ ایسا ہے۔ اس کی شدت کا اندازہ لگانے کے لئے آپ دیوبندی مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں:

"اب یہاں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ وہ (معاذ اللہ) تشبیہ کے قائل یا کم از کم اس کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جامع دمشق کے منبر پر تقریر کرتے ہوئے حدیث باب کی شرح کی اور اس تشریح کے دوران خود منبر سے دو سیڑھیاں اتر کر کہا کہ "ینزل کنزولی ھذا" یعنی باری تعالیٰ کا نزول میرے اس نزول کی طرح ہوتا ہے۔

اگر یہ واقعہ ثابت ہو تو بلاشبہ یہ نہایت خطرناک بات ہے، اور اس سے لازم آتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ "تشبیہ کے قائل ہیں۔" (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)

تو یہ ہے سخت کلامی کی وجہ کہ اس کی وجہ سے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد سے متعلق وہ بات لازم آتی ہے جو "بلاشبہ نہایت ہی خطرناک بات ہے۔"

پھر تقی صاحب بھی اس قصہ کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں: ''لیکن محققین نے سفرنامۂ ابن بطوطہ کی اس حکایت کو معتبر نہیں مانا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اسی سفرنامے کے صفحہ ۵۰ ج ۱ پر تصریح ہے کہ ابن بطوطہ جمعرات ۹/ رمضان ۷۲۶ھ کو دمشق پہنچا ہے، حالانکہ علامہ ابن تیمیہؒ شعبان ۷۲۶ھ کے اوائل ہی میں دمشق کے قلعہ میں قید ہو چکے تھے، اور اسی قید کی حالت میں ۲۰/ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ان کی وفات ہوگئی۔ لہٰذا یہ بات تاریخی اعتبار سے ممکن نظر نہیں آتی کہ وہ رمضان ۷۲۶ھ میں جامع دمشق میں خطبہ دے رہے ہوں۔''

(درس ترمذی ۲/۲۰۲)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

''جہاں تک اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ کے صحیح موقف کا تعلق ہے، اس موضوع پر ان کی ایک مستقل کتاب ہے جو ''شرح حدیث النزول'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے، اور اس میں علامہ ابن تیمیہؒ نے ''تشبیہ'' کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے، مثلاً ص ۵۸ پر لکھتے ہیں:

ولیس نزوله کنزول اجسام بنی آدم من السطح الی الارض بحیث یبقی السقف فوقهم ، بل الله منزه عن ذلك ، ... "

(درس ترمذی ۲/۲۰۳)

''یعنی اللہ کا نزول انسانوں کے اجسام کے اس نزول کی طرح نہیں کہ وہ جب زمین کی طرف نزول کرتے ہیں تو وہ چھت کے نیچے ہو جاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔''

چونسٹھواں قصہ: حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ پر رذیل بہتان والا قصہ

محمد زاہد الکوثری نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ پر ایک من گھڑت قصہ گھڑتے ہوئے کہا:

''ابن حجر راستے میں عورتوں کا پیچھا کیا کرتے تھے۔ عشق بازی کرتے، ایک بار ایک عورت کو خوبصورت سمجھ کر اُس کا پیچھا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئی، وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ عورت نے ان کے سامنے اپنا برقع اتار دیا۔ وہ کالی اور بدصورت تھی تو ابن حجر شرمندہ و خجل ہو کر

واپس لوٹ پڑے۔"

حوالہ: احمد الغماری نے اپنی کتاب "بدع التفاسیر" میں کوثری سے یہ قصہ نقل کیا جیسا کہ "کشف المتواری" (ص ۹۷) میں ہے (یہی قصہ احمد الغماری نے اپنی کتاب "بیان تلبیس المفتری" ص ۵۱ مطبوعہ دار الصمیعی۔ الریاض/ میں بھی نقل کیا ہے۔ مترجم)

دو طریقوں سے اس بہتان کا جواب:

اول: وہ "صحیح سند" کہاں ہے جو اس حادثہ پر دلالت کرے؟ چونکہ اسناد (سند کا ہونا) دین میں سے ہے اگر سند نہ ہو تو جس کا جو جی میں آئے کہتا پھرے۔

دوم: الغماری نے کوثری کے اس مذکورہ کلام سے متعلق کہا: "اس حملہ کا راز یہ ہے کہ حافظ ابن حجر بعض کتب التراجم میں بعض احناف پر کلام فرماتے تھے جیسے "الدرر الکامنہ" اور "رفع الصر" میں اور علامہ عینی سے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ بعض طلبا سے "فتح الباری" کی کاپیاں لے کر اپنی شرح (عمدۃ القاری) میں اس سے استفادہ کرتے، جب ابن حجر کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے طلبا کو کاپیاں دینے سے منع فرمادیا۔ (کشف المتواری ص ۹۷)

میرے فاضل بھائی! اس طرح آپ پر واضح ہو گیا ہو کہ یہ قصہ "کوثری" نے خود گھڑ رکھا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، یہ کوثری نے اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے ایسا کیا ہو اور پھر اُس سے تو ابن حجر سے بڑے بڑے بھی محفوظ نہ رہے جیسا کہ

[ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوثری نے لکھا ہے کہ "وقد ضعفه بلديه الحافظ العسال بحق"

"اور اس کو اس کے ہم وطن الحافظ العسال نے ضعیف کہا ہے۔" (تأنیب الخطیب ص ۴۹، ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع از عبد القدوس قارن دیوبندی ص ۵۳۔ نیز دیکھئے تأنیب الخطیب ص ۶۹، ۱۴۱، عادلانہ دفاع ص ۱۹۲، ۳۳۳)

حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ حافظ ابو احمد العسال الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ سے ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کسی کتاب میں بھی ثابت نہیں ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محمد نصیف سے انہوں نے شیخ سلیمان

الصبیح مدیر مکتبۃ الحرم اور رکن مجلس شوریٰ مکہ مکرمہ سے روایت کیا ہے کہ میں کئی دفعہ کوثری کے گھر میں گیا اور کوثری سے اس کے اس دعوے کا حوالہ وثبوت مانگا مگر اس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر وہ سچا ہوتا تو ضرور حوالہ پیش کرتا۔" والذي يظهر لي أن الرجل يرتجل الكذب ويغالط ..... " اور میرے سامنے یہی واضح ہوا ہے کہ یہ آدمی فی البدیہ جھوٹ بولتا اور مغالطے دیتا ہے۔ (حاشیۃ التنکیل ج ۱ ص ۳۴)

اس جرح کی سند صحیح ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ زاہد بن حسن الکوثری کذاب تھا۔]

عرضِ مترجم:

احمد الغماری نے اپنی کتاب "تلبیس بیان المفتری" میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "کوثری اس طرح اس پر نازاں ہے اور اپنے پاس بیٹھنے والوں میں سے ہر ایک کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو نیچا دکھلانے کے لئے اور ان کی عظمت ووقار کو مجروح کرنے کے لئے ...... جن سے متعلق کبار علما نے فرمایا: اس امت پر اسلام کی ہدایت کے بعد ان کا وجود اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ آپ وہ شخصیت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد آنے والے ہر عالم پر آپ کا احسان رکھا، ہر فرقہ پرست، حاسد، متعصب اور کینہ پرور کی ناگواری کے باوجود۔ اس طرح کی باتوں کو پھیلانے والا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتا مگر یہ کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے گروہ میں شامل کرتا ہے کہ جو جھوٹے ہیں اور ایمان والوں کے درمیان فحاشی پھیلانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ (النحل: ۱۰۵)

"جھوٹ تو وہ گھڑتے ہیں جو کہ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور: ۱۹)

"بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے درمیان بے حیائی

پھیلے اُن کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

اے کوثری! تم تو خود ہی اپنی کتاب "تأنیب" میں اس بات کے قائل یا ناقل ہو کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اس طرح کی باتوں سے کسی مسلم کی عزت بے آبرو کر دے۔ تو مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی ثقہ وصالح امام کی عزت مجروح کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اب خود بتلاؤ اپنی اس تحریر کے برخلاف آپ کس مقام پر ہو؟

﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف:۳]

"اللہ کے نزدیک یہ بڑی ہی بُری بات ہے کہ جو تم کہو اس پر عمل نہ کرو۔"

کیا عقل اس کی تصدیق کرتی ہے یا کوئی منطق اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ حافظ ابن حجر جو کہ شیخ الاسلام، قاضی القضاۃ، امام العصر، احفظ الحفاظ، اپنے دور میں اس عظیم مقام کے حامل اور شان وشوکت اور جلالت ایسی جو بادشاہوں کی جلالت پر غالب آجاتی، وہ عظیم شخصیت سڑکوں پر ایسی اوچھی اور گھٹیا حرکات کرتے پھریں؟ (ہرگز نہیں، ہرگز نہیں)"

(تلبیس بیان المفتری ص۵۱تا۵۲)

پینسٹھواں قصہ: خلیفہ مہدی کی کبوتر بازی کا قصہ

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المدخل الی کتاب الاکلیل میں روایت کیا ہے کہ "خلیفہ مہدی کے پاس دس محدثین آئے جن میں الفرج بن فضالہ، غیاث بن ابراہیم اور دوسرے تھے، مہدی کو کبوتروں کا شوق تھا اور انہیں پسند کرتے تھے۔ تو غیاث بن ابراہیم ان کے پاس آیا، اُس سے کہا گیا: امیر المؤمنین سے حدیث بیان کرو۔ تو اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ.... "لا سبق إلا في حافر أو نصل"

مسابقت جائز نہیں مگر گھوڑے اور تیر اندازی میں۔ پھر اس میں (اپنی طرف سے) یہ اضافہ کر دیا کہ "أو جناح" یعنی یا پرندہ اڑانے میں، تو مہدی نے اسے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب وہ چلا گیا تو خلیفہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ.....

اور اسے اس بات پر (گویا میں نے اپنے اس عمل کے ذریعے سے) آمادہ کیا، پھر

کبوتر کو ذبح کر دینے کا حکم دیا (حاکم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ) کہا گیا: اے امیر المومنین! کبوتر کا کیا قصور؟ تو خلیفہ نے کہا اسی وجہ سے تو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا۔
(تاریخ بغداد ۱۲/۳۲۳، المدخل ص ۱۰۰)

[جرح کا خلاصہ: یہ قصہ تین سندوں سے مروی ہے:

① داود بن رشید (تاریخ بغداد ۱۲/۳۲۴، المدخل الی کتاب الاکلیل ص ۵۵)

داود بن رشید سے اس قصے کا راوی ابو عبداللہ احمد بن کثیر بن الصلت مولیٰ آل العباس ہے جو کہ مجہول الحال ہے لہٰذا یہ قصہ داود بن رشید سے ثابت نہیں ہے۔

② احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب (المدخل ص ۵۵ وفی المطبوع تصحیفات)

احمد بن زہیر تک سند حسن ہے لیکن ابن ابی خیثمہ نے عباسی خلیفہ ابو عبداللہ محمد بن ابی جعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی الہاشمی (متوفی ۱۶۹ھ) کا زمانہ نہیں پایا۔ ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۰ھ کے قریب پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہے۔

③ ابو خیثمہ زہیر بن حرب (تاریخ بغداد ۱۲/۳۲۳، ۳۲۴)

زہیر بن حرب ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے لہٰذا اس سند پر بھی انقطاع کا شبہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس قصے کا راوی ابو الحسن علی بن الحسن بن علی بن الحسن ابن الرازی مختلف فیہ ہے۔ ازہری، ابن ابی الفوارس اور ابن الجوزی وغیرہم نے اس پر جرح کی جبکہ عتیقی اور صیمری نے اس کی توثیق وثنا کی۔ راجح یہی ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے لہٰذا یہ قصہ زہیر بن حرب سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیاث بن ابراہیم النخعی کذاب راوی تھا۔ ابن معین نے فرمایا: غیاث کذاب ہے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۲۲۹۸)

لیکن یہ قصہ غیاث مذکور اور خلیفہ مہدی دونوں سے ثابت نہیں ہے۔/ ز ع]

چھیاسٹھواں قصہ: اونٹ کے گوشت کھانے پر وضو کے حکم کے سبب کا قصہ

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے

ساتھ تشریف فرما تھے، آپ نے بد بو محسوس کی تو فرمایا: اس بد بو والا آدمی یہاں سے اٹھے اور وضو کر لے، تو کوئی بھی کھڑا نہ ہوا، یہاں تک کہ آپ نے تین بار یہ فرمایا پھر (چوتھی بار) آپ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں فرماتا۔''

تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم سب کے سب کھڑے ہو جائیں اور وضو کر لیں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سب کے سب کھڑے ہو جاؤ اور وضو کر لو۔''

تخریج: کتاب ''الطھور'' لأبي عبید (ح ۴۰۰) تاریخ دمشق (۱۷/ ۳۶۰) مصنف عبدالرزاق (۱/ ۱۴۰) ان تینوں کتابوں میں " واصل بن أبي جمیل عن مجاھد" کی سند سے یہ روایت منقول ہے۔

جرح: یہ قصہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اور اس میں متن کے اعتبار سے بھی نکارت (منکر ہونا) ہے، اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: یہ روایت مرسل ہے۔

دوسری علت: واصل بن ابی جمیل ضعیف ہے۔

ابن معین نے اس کے بارے میں کہا: یہ کچھ بھی نہیں۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۳۲۸)

ہمارے شیخ البانی نے ''السلسلۃ الضعیفہ'' (ح ۱۱۳۲) میں اسے صرف ابن عساکر کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یہ حدیث ضعیف ہے، علتوں کے ساتھ مسلسل ہے (جیسے) مجاہد کا مرسل روایت بیان کرنا۔ واصل بن ابی جمیل اور بابلتی کا ضعف۔'' پھر اس کے متن کی نکارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عوام اور انہی کی طرح کے بعض خواص بھی اس جیسی حدیث کو ترویج دیتے ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

اس دوران میں کسی کی ریح خارج ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے درمیان سے اُسے کھڑا کرنے سے شرمائے۔ اس نے اونٹ کا گوشت کھا رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کی پردہ پوشی کے لئے فرمایا: جس نے اونٹ کا گوشت کھا رکھا ہو وہ وضو کر لے۔ تو ایک جماعت کھڑی ہوئی جنہوں نے اونٹ کا گوشت کھا رکھا تھا، انہوں نے وضو کیا۔

حالانکہ میری معلومات کی حد تک کتب حدیث اسی طرح کتب فقہ وتفسیر میں بھی اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اس قصہ کے روایت کرنے والوں پر اس کا بڑا ہی بُرا اثر ہے اس لئے کہ یہ انہیں اونٹ کے گوشت کھانے پر نبی ﷺ کا حکم وضو کرنے سے روک رہی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ثابت ہے۔ لوگ اس صحیح وصریح حکم کو اس طرح ٹال رہے ہیں کہ وضو کا یہ حکم تو ایک آدمی کی پردہ پوشی کے لئے تھا۔ اس قصہ کے عقل سلیم وشرع قویم سے بُعد کے باوجود (بعض) لوگ کس طرح اس قسم کے قصوں کا خیال کرتے ہیں اور ان پر یقین رکھتے ہیں؟ اگر یہ تھوڑا سا بھی اس پر غور کریں تو ہماری بات ضرور ان پر واضح ہو جائے۔'' الخ

اس قسم کا ایک قصہ موقوفاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۹۲/۲ ح ۲۲۱۳)

ثنا معاذ بن المثنی: ثنا مسدد: ثنا یحیی عن مجالد: ثنا عامر عن جریر " کی سند سے... الخ

[تنبیہ: اس سند میں مجالد بن سعید مشہور ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ (ص ۴۰۶) لہٰذا یہ موقوف روایت بھی ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔]

سڑسٹھواں قصہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلے خطبۂ جمعہ کا قصہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کے والی بنے تو پہلے جمعہ کو منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرمایا: ''الحمد للہ'' اس کے بعد آپ کے لئے بولنا دشوار ہو گیا تو فرمایا: ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما اس مقام پر بڑی گفتگو فرمایا کرتے تھے، تم لوگ امام قوال (بہت زیادہ بولنے والے امام) سے زیادہ امام فعال (زیادہ کام کرنے والے امام) کی ضرورت رکھتے ہو اور خطبے تمہارے لئے بعد میں ہوتے رہیں گے، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں پھر منبر سے اترے اور انہیں نماز پڑھائی۔

قصہ کی شہرت اور اس پر مبنی احکام:

یہ قصہ بڑا مشہور ہے بالخصوص کتب فقہ اور کتب فقہ حنفیہ میں اس قصے کی طرف اشارہ موجود ہے۔ علامہ مرغینانی نے (الہدایہ: ۵۸/۱ میں) اور ابن الہمام نے شرح فتح القدیر (۶۰/۲) میں اسے مفصلاً نقل کیا، عینی نے البنایہ (ج ۸۰۹/۲) کاسانی حنفی نے بدائع الصنائع (۲۶۲/۲) اور شرنبلالی نے مراقی الفلاح (ص ۸۹) میں اسے بیان کیا ہے۔

اس قصے کا ذکر صرف کتب حنفیہ میں ہی نہیں بلکہ محمود خطاب السبکی نے بھی "الدین الخالص" (۱۹۸/۴) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرت بیان کرنے والے ہمارے بعض معاصرین نے بھی یہ قصہ بیان کیا ہے، جیسے محمد رضا نے اپنی کتاب "ذوالنورین عثمان بن عفان" (ص ۳۴) میں بیان کیا ہے۔ احناف اس قصے کو اُس بات کے لئے بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس کی طرف امام ابو حنیفہ اپنے صاحبین اور جمہور اہل علم کے برخلاف گئے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر امام خطبہ جمعہ میں صرف ایک کلمہ کہہ دے خواہ ایک تسبیح (سبحان اللہ) تو یہ اس کے لئے کفایت کرے گی۔

جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ کفایت نہیں کرتا جب تک کہ امام لوگوں سے اس قدر کلام نہ کرے کہ جسے خطبے کا نام دیا جاتا ہے۔

[صاحبین کے حوالے کے لئے مذکورہ مصادر کے علاوہ دیکھئے فتاویٰ عالمگیری (۱۴۶/۱) الجامع الصغیر (ص ۱۱۳) مع شرح النافع الکبیر.....النتف فی الفتاویٰ (۹۳/۱) للسعدی، جمہور کے حوالہ کے لئے دیکھئے بیہقی کی الخلافیات مسئلہ نمبر (۱۶۴) اور اس پر ہماری تعلیقات۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی دلیلوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ جمہور کا مذہب ہی صحیح اور درست ہے]

تو جو لوگ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ جیسی رائے رکھتے ہیں، وہ اس قصہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے یہ توجیہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو جی "یہ خطبہ مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ہوا، انہوں نے اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حالانکہ وہ لوگ تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صفت سے متصف تھے۔ (اس کے

باوجود انہوں نے کوئی نکیر نہیں فرمائی) تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔" (بدائع الصنائع ۲۶۲/۵)

اسی طرح ان کتب حنفیہ میں بھی (لکھا ہوا) ہے جن میں یہ قصہ مذکور ہے۔

قصہ کا رد اور بیانِ ضعف:

اس قصہ کو بہت سے علما و محدثین نے رد فرمایا اور یہ سب احناف میں سے ہیں لیکن یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو علم حدیث میں سبقت لئے ہوئے تھے۔ تو لیجئے ان کے کلام کے بعض حصے ملاحظہ فرمائیں:

1 علامہ زیلعی حنفی نے فرمایا:..... یہ قصہ غریب ہے اور کتب فقہ میں مشہور ہے....... امام قاسم بن ثابت السرقسطی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں اِسے بغیر سند کے ذکر کیا ہے... (نصب الرایہ ۱۹۷/۲)

2 ابن الہمام نے شرح فتح القدیر (۶۰/۲) میں اسی طرح کہا، یہ ان کی عبارت ہے:
"عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ کتب حدیث میں معروف نہیں بلکہ کتب فقہ میں ہے۔"

3 ملا علی قاری نے "الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ" (ص ۲۵۸ ح ۳۳۰) میں ابن الہمام کا کلام نقل کیا اور ان سے اتفاق کیا۔

اور ان لوگوں میں جنھوں نے اس قصہ کا رد کرتے ہوئے کلام فرمایا، ان کا کلام علامہ زیلعی کے کلام کی طرح ہے، ان میں علامہ عینی بھی ہیں۔

4 عینی نے البنایہ (۸۰۹/۲) میں زیلعی کا کلام نقل کیا اور یہ بھی بتایا کہ اس قصہ کو سراج نے اور حنفیہ میں سے صاحب المحیط نے ذکر کیا ہے۔

شیخ مشہور حسن فرماتے ہیں: اسانید پر بحث و تلاش کے باوجود بھی میں ان الفاظ میں اس قصہ کو پانے میں کامیاب نہیں ہوا۔ البتہ اس سے ملتا جلتا قصہ باسند مجھے ملا لیکن اس میں وہ "نکارت" نہیں پائی جاتی جو اس قصہ میں ہے۔ پہلے ہم اسانید ذکر کریں گے پھر جو ضروری ہوا اس پر اپنی تعلیقات لگائیں گے۔ لیجئے سنیے:

ابن شبہ نے تاریخ المدینہ (۹۵۷/۳) میں کہا:

حدثنا الصلت بن مسعود قال: حدثنا أحمد بن شبويه عن سليمان بن صالح عن عبدالله بن المبارك عن جرير بن حازم قال:

جریر بن حازم نے کہا: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تو وہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: امابعد! جو کچھ کلام ہے وہ ان شاء اللہ بعد میں ہوگا۔

ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (۶۲/۳) میں کہا:

أخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني إسماعيل بن إبراهيم ابن عبدالرحمٰن بن عبدالله بن أبي ربيعة المخزومي عن أبيه.

ابراہیم بن عبدالرحمٰن ...... نے کہا: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی تو آپ لوگوں کی طرف آئے، اُن سے خطاب فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! پہلی سواری مشکل ہوتی ہے، آج کے بعد بہت سے ایام میں اگر میں زندہ رہا تو تمہارے سامنے خطبہ اُس کے طرز پر ہوگا۔ ہم خطیب تو نہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں سکھلا دے گا۔

یہاں تین امور کا ذکر مناسب ہے:

① سابقہ دونوں روایتوں کی سندوں کا ضعف

ابن سعد کی سند میں (محمد بن عمر) الواقدی ہے اور یہ متروک راوی ہے۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے متعلق ابن القطان (الفاسی) نے کہا: اس کا حال معروف نہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ مشہور ثقہ ہیں۔ حاکم نے ان کی احادیث کو صحیح قرار دیا اور بخاری نے صحیح بخاری میں ان سے روایت لی ہے مگر یہ کہ انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

ابراہیم کے حالات کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال (۱۳۳/۲)

رہی ابن شبہ کی سند تو اس میں "صلت" گو ثقہ راوی ہیں اگرچہ بعض اوقات انہیں وہم ہو جاتا تھا....

[راجح یہی ہے کہ صلت بن مسعود ثقہ حسن الحدیث ہیں اور احمد بن محمد بن ثابت عرف احمد بن شبویہ بھی ثقہ ہیں لیکن یہ روایت سخت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ جریر بن حازم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ بالکل نہیں پایا بلکہ وہ بہت بعد میں پیدا ہوئے تھے۔ / ز ع]

2 یہ قصہ دو وجہ سے منکر ہے:

پہلی وجہ: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کی بیعت ہوئی تو آپ نے مفصل خطبہ ارشاد فرمایا: ابن جریر نے اپنی تاریخ (۲۴۳/۴) میں بیان کیا۔ اس کی سند میں بھی کلام ہے اور یہ اس قصہ کے خلاف ہے کہ آپ کے لئے خطبہ دینا مشکل ہو گیا۔

[یاد رہے کہ ابن جریر والی روایت بھی مردود ہے جس کی طرف مشہور حسن صاحب نے اشارہ کر دیا ہے۔]

دوسری وجہ: اس گھڑے ہوئے قصے میں عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں کو قوال (بہت زیادہ بولنے والے) امام سے زیادہ امام فعال کی ضرورت ہے'' اگر یہ بات صحیح سند سے ان سے ثابت ہوتی تو اس میں اپنے سے پہلے خلفا کی توہین و تنقیص ہے اور یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں محال ہے۔ یہ بات اس تاویلِ بعید سے اولیٰ ہے جو عینی نے البنایہ (۸۰۹/۲) میں محیط سے نقل کی ہے کہ اس بات سے ان کی مراد یہ تھی کہ خلفائے راشدین کے بعد آنے والے خطبا باوجود بُرے اعمال کے بہت زیادہ بولنے والے ہوں گے، اگر میں ان جیسا نہ بنوں تو میں بھلائی پر ہوں اور شر سے دور ہوں گا۔ اس سے یہ مراد لیا جائے کہ وہ خود کو شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے افضل سمجھتے تھے تو ایسا نہیں ہے۔ شیخ مشہور حسن کہتے ہیں: جب یہ قصہ ثابت ہی نہیں تو ہمیں اس دور از کار تاویل کی ضرورت نہیں کہ جس میں ایک قسم کے علمِ غیب کا دعویٰ ہے (کہ آیندہ آنے والے خطبا ایسے ہوں گے)۔

3 اگر ہم اس قصے کا صحیح ہونا بھی فرض کر لیں تو جو کچھ ابن شبہ اور ابن سعد نے نقل کیا اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور خطبۂ جمعہ تھا....... اس قصے پر اعتماد کرنا اور اس سے اس بات پر حجت پکڑنا کہ ''ایک ہی کلمہ'' کو خطبہ کا نام دینا صحیح ہے۔ نیز اس سے خطیب پر خطبہ واجبہ کی ذمہ داری ادا ہو جاتی ہے۔ تو اس مبارک دن جمعہ سے متعلق وہ باتیں صحیح ترین اقوال کے مطابق کسی بھی طرح سے درست نہیں۔

[تنبیہ: ہماری تحقیق میں اس قسم کے فلسفیانہ کلام اور بال کی کھال اتارنے والی

بحثوں سے بہتر صرف یہ ہے کہ روایت کا ضعیف و مردود ہونا ثابت کر کے اسے دُور پھینک دیا جائے۔ قصہ صحیح ہوتا تو یہ ہوتا وہ ہوتا، کہنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہی کافی ہے کہ یہ قصہ صحیح و ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور بس!/ز ع]

اڑسٹھواں قصہ: امام مالک پر گھڑا ہوا ایک قصہ

حافظ ابن حجر العسقلانی نے لسان المیزان (۶/۳۰۴، ۳۰۵) میں کہا:

"قرأت بخط الحافظ قطب الدين الحلبي مانصه : و سيدى أبي عبدالرحمٰن ابن عمر بن محمد بن سعيد و جدت بخط (يد) عمي بكربن محمد بن سعيد: حدثنا يعقوب بن إسحاق بن حجر العسقلاني إملاءً قال : ثنا إبراهيم ابن عقبة: حدثني المسيب بن عبدالكريم الخثعمي: حدثتني أمة العزيز امرأة أيوب بن صالح صاحب مالك ، قالت: " إلخ

ایوب بن صالح کی زوجہ امۃ العزیز نے کہا:

ہم نے مدینہ میں ایک خاتون (کی میت) کو غسل دیا تو ایک عورت نے (دورانِ غسل میں) اس کی سرین پر ہاتھ مار کر کہا: میں نے تجھے بدکار یا لواطت کرنے والی پایا ہے، تو اس کا ہاتھ اس مردہ عورت کی سرین کے ساتھ چپک گیا۔ لوگوں نے امام مالک کو اس کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا: یہ (مردہ) عورت اپنی حد طلب کر رہی ہے۔ لوگ جمع ہوئے تو امام مالک نے حد قائم کرنے کا حکم دیا، اُس تہمت لگانے والی عورت کو اُناسی (۷۹) کوڑے مارے گئے تو اُس کا ہاتھ علیحدہ نہ ہوا، جب پورے اسی کوڑے مارے گئے تو اس کا ہاتھ الگ ہوا، پھر اُس مردہ عورت پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور اُسے دفن کر دیا گیا۔

جرح: یہ قصہ جھوٹا ہے اور امام مالک پر گھڑا ہوا ہے۔ اس کی سند میں یعقوب بن اسحاق

عسقلانی ہے۔ ذہبی نے میزان (۴۴۹/۶) میں اسے ذکر کیا اور کہا: ''یہ کذاب ہے'' اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان (۳۰۴/۶) میں یہ قصہ بیان کرنے سے پہلے فرمایا: میں نے اس کی ایک حکایت پائی جو اس کی اپنی گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے۔

انہتر واں قصہ: امام شافعی پر گھڑا ہوا ایک قصہ

عبداللہ بن محمد البلوی نے امام شافعی کے عراق تشریف لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے دونوں پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ یہ پیر کے دن شعبان کی ۱۱ تاریخ ۱۸۴ھ کا قصہ ہے۔ ابو یوسف اُن دنوں قاضی القضاۃ تھے اور محمد بن حسن الشیبانی مظالم کے قاضی تھے۔ ان دونوں نے امام شافعی سے متعلق وہی کہا جو علویوں (آلِ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے معتقدین) کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا تھا کہ امام شافعی کا یہ گمان ہے کہ وہ اس امرِ خلافت کے ہارون الرشید سے زیادہ حقدار ہیں اور یہ ایسے علم کے مدعی ہیں جن کا سنت میں کوئی ذکر نہیں، وہ چرب زبان اور چالاک بھی ہیں۔

قصہ کا بیانِ ضعف اور رَد: اس قصہ سے کذب وافترا کی بد بو پھیل رہی ہے، صحت کے اعتبار سے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا:

''اس قصہ کو آبری اور بیہقی وغیرہما نے طوالت واختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور فخر الدین الرازی نے ان دونوں پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنی کتاب ''مناقب الشافعی'' (ص ۲۳) میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔ یہ جھوٹا قصہ ہے، اس کا اکثر حصہ گھڑا ہوا ہے اور بعض حصہ گھڑی ہوئی روایت پر مبنی ہے، اس کا واضح ترین جھوٹ تو یہ بات ہے کہ ابو یوسف اور محمد بن حسن نے ہارون الرشید کو امام شافعی کے قتل پر اکسایا۔ یہ بات درج ذیل وجہ سے باطل ہے:

ابو یوسف امام شافعی کے بغداد میں داخل ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے، ان کی تو امام شافعی سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔

.....اور جو کچھ طرقِ صحیحہ سے ہمارے لئے واضح ہوتا ہے وہ یہ کہ امام شافعی جب پہلی

بار بغداد تشریف لائے تو یہ ۱۸۴ھ کی بات ہے۔ قاضی ابو یوسف تو اس سے دو سال پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔ [لہٰذا یہ قصہ بے اصل ہے]

سترواں قصہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر گھڑا ہوا ایک اور قصہ

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۲۳/۱) میں لکھا ہے کہ:

أخبرنا القاضي أبو عبدالله الحسين بن علي بن محمد الصيمري قال: أنبأنا عمر بن إبراهيم المقرئ قال: نبأنا مكرم بن أحمد قال: نبأنا عمر بن إسحاق بن إبراهيم قال: نبأنا علي بن ميمون قال: سمعت الشافعي يقول. ...... إلخ

''علی بن میمون سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور روزانہ اُن کی قبر پر (زیارت کے لئے) آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعتیں نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور ان کے ہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں.......''

جرح: یہ قصہ باطل ہے۔ اس کی سند میں عمر بن اسحاق بن ابراہیم مجہول راوی ہے۔ ....(یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ) کوثری کی اس بات کی طرف توجہ نہ دی جائے (جو اس نے کہی ہے) کہ امام شافعی کا امام ابو حنیفہ سے توسل (وسیلہ) اختیار کرنا صحیح سند کے ساتھ تاریخ الخطیب کے اوائل میں مذکور ہے۔ (دیکھئے مقالات الکوثری ص ۳۸۱)

[تنبیہ: کوثری کی یہ بات مردود ہے کیونکہ عمر بن اسحاق بن ابراہیم مجہول ہے۔ مجہول کی روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف و مردود ہوتی ہے۔ مشہور حسن کے استاذ شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمر بن اسحاق کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے اس روایت کو رد کر دیا ہے۔
دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (۳۱/۱)]

اکہترواں قصہ: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت کا قصہ

امام احمد کے پڑوسی الورکانی سے مروی ہے کہ ''جس دن امام احمد فوت ہوئے تو چار گروہوں میں ماتم اور نوحہ ہوا۔ یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں میں سے اس دن بیس ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔'' ظفر (نامی راوی) کی روایت میں ہے یہود، نصاریٰ اور مجوسیوں میں سے دس ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

تخریج: مقدمۃ الجرح والتعدیل (ص ۳۱۳) تاریخ بغداد (۴۲۳/۴) حلیۃ الاولیاء (۱۸۰/۹) مناقب احمد لابن الجوزی (ص ۴۱۹ تا ۴۲۰) تہذیب الکمال (۴۶۸/۱) سیر اعلام النبلاء (۳۴۳/۱۱) بسند .... "حدثني أبو بكر محمد بن عباس المكي: سمعت الوركاني جار أحمد بن حنبل ـ قال: ..... " إلخ

جرح: یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس قصے پر جرح کی اور اس کے ضعف پر سب سے زیادہ توجہ حافظ ذہبی نے دی، آپ نے اپنی بہت سی کتب میں اس قصے کے بطلان پر کلام فرمایا ہے۔

[اس کے بعد مشہور حسن صاحب نے ذہبی وغیرہ کی فلسفیانہ قسم کی عبارتیں نقل کیں۔ مختصراً عرض ہے کہ اس قصے کا راوی الورکانی مجہول ہے لہٰذا یہ قصہ باطل و مردود ہے۔ یہ وہ محمد بن جعفر الورکانی نہیں جو امام احمد رحمہ اللہ کی وفات سے بہت پہلے ۲۲۸ھ میں فوت ہو گئے تھے] ز/ع

بہترواں قصہ: ابن جریر الطبری رحمہ اللہ کے ساتھ حنابلہ کا قصہ

یاقوت الحموی نے عبدالعزیز بن ہارون سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

ابن جریر کے طبرستان سے بغداد آنے کے بعد بعض حنابلہ اور دیگر لوگوں نے اُن سے تعصب کیا۔ جب ابو عبداللہ الجصاص (المتوفی ۳۱۵ھ) جعفر بن عرفہ اور البیاضی (المتوفی ۲۹۴ھ) نے ان کے ساتھ تعصب کیا تو حنابلہ (کچھ سوچ کر) ان کے پاس آئے اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں ان سے احمد بن حنبل اور ''عرش پر بیٹھنے والی روایت'' کے متعلق سوال کیا تو ابو جعفر ابن جریر طبری نے جواب دیتے ہوئے کہا:

جہاں تک احمد بن حنبل کا معاملہ ہے تو ان کا (کسی مسئلہ میں) اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ حنابلہ نے کہا: علما نے فقہا کے اختلاف بیان کرنے میں ان کے اقوال کا بھی ذکر کیا

ہے، تو ابن جریر نے جواب دیا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے اقوال (اختلاف میں) روایت کئے گئے ہوں اور نہ ان کے ایسے شاگردوں کو دیکھا کہ جن پر اس سلسلہ میں اعتماد کیا جائے۔ باقی رہی عرش پر بیٹھنے والی روایت تو یہ محال ہے، پھر یہ شعر کہے:

سبحان من لیس له أنیس ولا له فی العرش جلیس

''پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی ساتھی نہیں اور نہ کوئی اس کے ساتھ عرش پر بیٹھنے والا ہے۔ جب حنابلہ اور اصحاب الحدیث نے یہ سنا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے......''

کہا گیا کہ وہ ہزاروں لوگ تھے۔ ابن جریر خود کھڑے ہوئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو ان لوگوں نے آپ کے گھر پر پتھراؤ کر دیا حتیٰ کہ ان کے گھر کے دروازے پر ان پتھروں کا ایک بہت بڑا ٹیلہ بن گیا۔ جب پولیس افسر نازوک کو اطلاع ملی تو وہ ہزاروں (پولیس والوں) کے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا، عوام کو ابن جریر تک پہنچنے سے روکا، ایک دن و رات تک وہاں ان کے دروازے پر ٹھہرا رہا اور ان کے دروازے پر سے پتھر ہٹانے کا حکم دیا۔ ابن جریر نے اپنے دروازے پر یہ شعر لکھوا رکھا تھا: سبحان من لیس له أنیس....

نازوک نے اسے مٹانے کا حکم دیا اور بعض اصحاب الحدیث نے یہ اشعار لکھے:

بے شک محمد ﷺ کا ایک بلند مقام ہے۔ جب وہ رحمٰن کے پاس (قیامت کے دن) قاصد بن کر آئیں گے تو اللہ انہیں اپنے قریب کرے گا اور عزت سے بٹھائے گا، حسد کرنے والے کے حسد کے باوجود۔ عرش پر جسے خوشبو سے ڈھانک دے گا...... اُن کا یہ خاص مقام ہے بے شک اسی طرح لیث (بن ابی سُلیم) نے مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(اس کے بعد) ابن جریر اپنے گھر میں تنہا رہے، انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''الاعتذار'' لکھی جس میں احمد بن حنبل کا عقیدہ و مذہب بیان کیا اور اس کے برخلاف رائے رکھنے والوں پر جرح کی۔ وہ کتاب ان بلوائیوں کو پڑھ کر سنائی۔ احمد بن حنبل کا مذہب بیان کیا اور ان کے عقیدہ کے درست ہونے کا بیان کیا، مرتے دم تک وہ اس پر قائم رہے اور اپنی موت تک اختلاف میں کوئی کتاب نہ نکالی، لوگوں نے ان (کی موت) کے بعد ان کی

کتاب ''اختلاف الفقہاء'' کو مٹی میں مدفون پایا تو اسے نکالا اور شائع کر دیا، اسی طرح میں نے ایک جماعت سے سنا جن میں میرے والد صاحب بھی شامل ہیں۔ (معجم الادباء ۱/۵۷ تا ۵۹)

[تنبیہ: اس قصے پر جرح کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سارا قصہ بے سند ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔ عبدالعزیز بن ہارون اور یعقوب الحموی کا باپ دونوں مجہول الحال ہیں، دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ عبدالعزیز بن ہارون کی ابن جریر سے ملاقات کا کوئی ثبوت ہے۔ تاریخ ہو یا دین کے مسائل سب میں صحیح و حسن لذاتہ سند کا ہونا ضروری ہے۔/ز ع]

[الشیخ ابوعبدالرحمٰن الفوزی حفظہ اللہ کی تصنیف ''تبصرة أولي الأحلام من قصص فيها كلام'' کو محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا صاحب (کراچی) نے بڑی محنت اور ذوق کے ساتھ اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ جو 'غیر ثابت قصے' کے نام سے اس جریدے میں قسط وار شائع ہوتے رہے اور انہیں بہت سراہا گیا۔ یوں یہ طویل سلسلہ جو بہتر قصوں پر مشتمل تھا، اختتام پذیر ہوا۔ تصحیح و تنقیح میں پوری کوشش کے باوجود بعض ایسی باتیں رہ گئی ہیں جن سے ادارے کو بھی اختلاف ہے مثلاً سلمہ الابرش پر جرح اور مبارک بن فضالہ پر تدلیسِ تسویہ کا الزام وغیرہ، مجموعی لحاظ سے یہ بہترین کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف و مترجم اور مراجعین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ حافظ ندیم ظہیر]

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بہترین اور جامع کتاب
وما أرسلناك إلا
رحمۃ للعالمین
تالیف
قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
مکتبہ اسلامیہ

فضیلۃ الشیخ

ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد

▫ ہفت روزہ اہل حدیث میں شائع ہونے والے فضیلۃ الشیخ ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد کے فتاویٰ کی جلد اول چھپ چکی ہے۔ ▫ کتاب وسنت کی روشنی میں جدید مسائل کا حل، ▫ تمام مسائل کی جزئیات پر تفصیلی ومدلل بحث، ▫ شستہ وشگفتہ انداز بیان، ▫ عام فہم طرز استدلال، ▫ استنباط مسائل کا ایسا محدثانہ انداز جس سے قارئین کو اطمینان قلب وشرح صدر ہو۔

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

صحیح مسلم
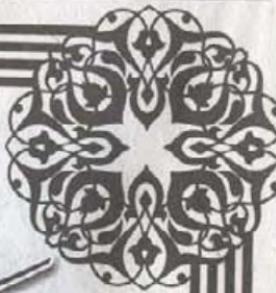
مع مختصر شرح نووی

تالیف

ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ

ترجمہ

علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ تعالیٰ

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ

فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف رہنمائی (۳) اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی رسم الخط (۴) مختلف معتبر نسخہ جات سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن (۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204